تذکرۃ القاضی

یعنی مختصر حالات زندگی

حضرت مولانا سید محی الدین صاحب قاضی رحمہ اللہ

(قاضی ماما)

جمع وترتیب

(مفتی) محمد عابد عثمانی

خادم التدریس دار العلوم اشرفیہ، راندیر

ناشر

مکتبہ عثمانیہ راندیر

۱/۱۷۰۶، مالم واڈا اسٹریٹ راندیر سورت

تذکرۃ القاضی

یعنی مختصر حالات زندگی

حضرت مولانا سید محی الدین صاحب قاضی رحمہ اللہ

(قاضی ماما)

جمع و ترتیب

(مفتی) محمد عابد عثمانی

خادم التدریس دار العلوم اشرفیہ، راندیر

ناشر

مکتبہ عثمانیہ راندیر

۶/۱۷۰۱، مالم واڈا اسٹریٹ راندیر سورت

تفصیلات

اسم کتاب: تذکرۃ القاضی

صاحبِ سوانح: حضرت مولانا سید محی الدین صاحب قاضی رحمہ اللہ

جمع وترتیب: (مفتی) محمد عادل عثمانی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ راندیر

۶ر۷۰ر۱، عالم واڈا اسٹریٹ، راندیر سورت

ملنے کے پتے

نمبر شمار	اسماء	فون نمبر
(۱)	مکتبہ عثمانیہ راندیر، مفتی عتاب احمد عثمانی صاحب	+916355157864
(۲)	مفتی شاہد حسن عثمانی صاحب، مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت	+918511511386
(۳)	مفتی محمد عادل عثمانی صاحب، دار العلوم اشرفیہ راندیر	+918511868803
(۴)	مولانا سید خلیل احمد راندیری صاحب، مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت	+919825692399
(۵)	قاری عید محمد عکرمہ راندیری صاحب، مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت	+919033201917
(۶)	جناب سید سعید احمد صاحب، راندیر	+919726001005
(۷)	حافظ محمد زید صاحب، راندیر	+919558810800
(۸)	حافظ سید رشید احمد صاحب، حیدر آباد	+919866719651
(۹)	حافظ سید مرغوب احمد صاحب، راندیر	+919925626869

فہرست مضامین


الحمد لله رب العالمين

کلمات بابرکت

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

وخلیفۂ اجل فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الاستاذ حضرت مولانا سید محی الدین صاحب قاضی نور اللہ مرقدہ نے پوری تعلیم دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں حاصل کی، اور فراغت کے بعد اربابِ مدرسہ نے آپ کو تدریس کے لئے تجویز فرمایا، اور تادم واپسیں یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ احقر نے بھی آپ سے درجۂ عربی اول پڑھا ہے، آپ تدریس کے ساتھ کتب خانہ کی نظامت کی ذمہ داری بھی سنبھالتے تھے، کتب خانہ ہی آپ کی درسگاہ تھی۔ آپ کا کوئی مفصل تذکرہ کسی نے مرتب نہیں کیا تھا، اب جب کہ آپ کی وفات کا بائیسواں سال ہو رہا ہے آپ کے نواسۂ محترم مولانا محمد عادل زید مجدہم کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی، اور انہوں نے یہ تذکرہ مرتب فرمایا، یہ حضرت مرحوم کے اخلاص کی بیّن دلیل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرمائیں، اور آپ کے علمی فیض کو تا قیامِ قیامت جاری وساری رکھیں۔ (آمین)

املاہ العبد احمد عفی عنہ خانپوری

۲۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

کلمات تبریک

لسان التبلیغ حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

خلیفۂ اجل مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالیٰ شانہ نے دنیا میں آنے اور جانے کا سب ہی کے لئے ایک راستہ مقرر کیا ہے ولادت اور موت۔ جس میں تمام اولاد آدم علیہ السلام حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیم بھی برابر کے شریک ہیں۔ انہی میں ہمارے محسن وشفیق استاد حضرت مولانا محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ تعالیٰ کی جوارِ رحمت میں پہونچ گئے۔ حضرت کی سعادت ابدی کو اتنی ہی بات کافی ہے کہ آپ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔ بندے نے حضرت سے عربی اول اور ساتھ میں قرآن کریم میں سے نحوی وصرفی قواعد کے اجراء کی مشق بھی کی تھی۔ میرے تمام محسنین ماں باپ کے ساتھ اساتذہ مشایخ اور دوست واحباب کے لئے ایک ہی دعا ہے کہ ان کے احسانات کا بدلہ دینے کے لئے بندہ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام محسنین اساتذہ مشایخ اور قیامت تک کی نسلوں کی دنیا وآخرت بنادے۔ (آمین)

فقط والسلام

احمد لاٹ (عفی عنہ)

قیمتی تاثرات

حضرت مولانا عباس صاحب دڈھالوی دامت برکاتہم

استاذ الحدیث دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى

یادِ رفتگاں

احقر کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دار العلوم اشرفیہ (راندیر) میں ۱۴ سال سے زیادہ قیام کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۹ سال متعلمانہ اور ۵ سال تدریسانہ۔ اس دورانیہ میں اپنے وقت کے جلیل القدر اساتذۂ کرام سے بھرپور استفادہ کے مواقع حاصل ہوئے۔

درجات عربیہ کے اساتذہ میں سے مرحوم ومغفور حضرت مولانا محی الدین صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، جو نام سے کم اور ''قاضی ماما'' کے لقب سے زیادہ جانے پہچانے جاتے تھے۔

حضرت الاستاذ سے احقر کو ۲ کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ عربی کا معلم (۴ حصے) اور فنِ صرف کی مشہور کتاب ''علم الصیغہ''۔ مرحوم مذکورہ کتابوں کا درس ایک طویل عرصہ سے دے رہے تھے، اس لئے ان کی تدریس وتفہیم میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے۔

حضرت الاستاذ کے تعلق سے یہاں ان کی چند بنیادی صفات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

وہ ایک انتہائی اونچے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس کے باوجود وہ تواضع اور انکساری کے پیکر تھے۔

طلبۂ عزیز کے ساتھ بے تکلفی سے پیش آتے، اپنے آپ کو معلمانہ کر و فر سے دور رکھا

تھا۔ یہی وجہ تھی کہ طلبہ ان سے بہت مانوس رہتے، انہیں ان سے استفادہ کرنے، ان سے رجوع ہوتے ہوئے اور کسی طرح کی کوئی بات کسی وقت معلوم کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہ ہوتی۔

طلبۂ عزیز کو ان سے پدرانہ شفقت، اپنائیت، اور ہمہ گیر مخلصانہ برتاؤ ملا۔

مرحوم کی شفقت کا یہ حال تھا کہ وہ غریب سے غریب طالب علم کو بھی ہم پیالہ، ہم نوالہ بنانے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔

دارالعلوم اشرفیہ کا کتب خانہ اس زمانہ میں مشہور ومعروف تھا، ہرفن کے مراجع کی حیثیت رکھنے والی کتابیں وہاں موجود تھیں، ہر سال اس میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔

حضرت الاستاذ مولانا یوسف صاحب بوڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ سابق مہتمم حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۹ء، تلمیذ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کا ذوقِ تعمیر نہ ہونے کے برابر تھا، مگر کتابوں کی فراہمی میں کوئی کسر نہ رکھتے تھے، ہر سال شعبان میں ایک گراں قدر رقم کتابوں کی خریداری کے لئے مختص فرماتے، جلسہ کے بعد دہلی اور اطراف دہلی کتابوں کے آرڈر روانہ کئے جاتے، وسط شوال درسی اور غیر درسی کتابوں کی ایک بڑی تعداد دارالعلوم پہونچ جاتی۔

مرحوم اس کتب خانہ کے (جو بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر کا مصداق تھا) ایک طویل عرصہ تک ناظم رہے۔

انہیں کتب خانہ سے ایسا لگاؤ تھا جیسے مچھلی کو پانی سے، اس کی باری باریک چیزوں پر ان کی نظر ہوتی، کسی کتاب کو تلاش کرنے میں انہیں زیادہ مشقت پیش نہیں آتی، مطلوبہ کتاب وقت ہی پر فراہم کردینے کی اعلیٰ درجہ کی صلاحیت رکھتے تھے۔

حضرت مرحوم کے یہاں اسباق بہت ہی کم تھے، مگر یہ بات ذہن میں رہنا ضروری ہے

کہ ہر کتاب کی تدریس میں ان کا حصہ ضرور ہوتا، اس لئے کہ تعلیقات، شروحات اور معاون کتابوں کی فراہمی، یہ شب وروز ان کا معمول رہا۔ اور وہ" والله فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه" کے مصداق تھے۔

مرحوم کی پوری زندگی" البذاذة من الایمان" کی جیتی جاگتی تصویر تھی، وہ ایک قدیم ادارہ کے قدیم استاذ، راندیر جیسے تاریخی شہر کے قاضی، جامع مسجد کے امام وخطیب ہونے کے باوجود ان کی سادگی مثالی رہی۔ (حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اصل امام تھے، ان کی عدم موجودگی یا معذوری وبیماری میں نانا جان مرحوم امامت وخطابت کو سنبھالتے تھے: مرتب) دنیا کی دست آب آسائشوں سے اپنے آپ کو الگ ہی رکھا، اور" القناعة کنز لا ینفد "ہی کو مشعلِ راہ بنایا۔

مرحوم ومغفور خورد نوازی اور اپنے ماتحتوں کو آگے بڑھانے کا، ان کی حوصلہ افزائی کا بے پناہ، مخلصانہ جذبہ رکھتے تھے۔

احقر کا جب مدرس کی حیثیت سے (دار العلوم اشرفیہ میں) تقرر ہوا، انہوں نے ہی تدریس کے ساتھ خطابت ووعظ کے میدان کی طرف متوجہ فرمایا۔ راندیر میں ربیع الاول کے ۱۲ دن اور محرم الحرام کے ۱۰ روز کے درمیان معروف ومشہور خطباء کا ورود مسعود ہوتا، مقامی اور بیرونی علماء سے عوام وخواص خوب مستفید ہوتے، مرحوم احقر کو بھی یاد کرتے، اور اپنے وسیع تعلقات کی بنیاد پر کئی محلات اور مساجد میں وعظ ونصیحت کے لئے مأمور فرماتے، یہ ان کی خورد نوازی وذرہ نوازی تھی۔

ہمارے دونوں بزرگ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۹۴ء) اور حضرت مولانا عبد الغنی صاحب کاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۷ء) سال میں دو مرتبہ

اطراف واکناف کے دیہاتوں سے مدارس کے امتحانات کے سلسلہ میں مدعو کئے جاتے، نیز بعض مرتبہ بعض دارالعلوم کے ذمہ داروں کی طرف سے بھی انہیں بلایا جاتا۔ یہ بھی مرحوم ہی کا احسان تھا، وہ مجھے ان بزرگوں کی خادمانہ رفاقت کا شرف بخشتے، اور فرماتے تھے: ان کے ساتھ جاؤ، بہت کچھ سیکھو گے۔ الحمدللہ! مجھے شیخین مرحومین کے ساتھ ایک درجن سے زیادہ قریب وبعید کے سفر کی سعادت حاصل رہی۔ ان صحبتوں کے فوائد میں اب تک محسوس کررہا ہوں۔

حضرت الاستاذ کو خالی گھنٹوں میں ان آنکھوں نے بارہا دو کام کرتے دیکھا، قرآن کریم کی تلاوت اور اوراد و وظائف کا اہتمام، خاص طور پر ''الحزب الاعظم'' اور ''مناجات مقبول''۔

مرحوم پر عربی کا یہ شعر پورے طور پر چسپاں ہوتا ہے ؎

کم من اب قد علا بابن ذرا شرف	کما علا برسول الله عدنان

وہ خود گوشۂ گمنامی میں رہے، مگر حق جل مجدہ نے انہیں ایسے باکمال تلامذہ نصیب فرمائے جن کے فیض سے ایک عالم سیراب ہورہا ہے۔

مرحوم اس اعتبار سے بھی سعادت مند رہے کہ انہیں حق تعالیٰ نے ولدِ صالح کی عظیم دولت نصیب فرمائی، جو ان کے حق میں ان شاءاللہ تعالیٰ صدقہ جاریہ ہی ہے۔

مرحوم کی یہ بھی ایک خاص خوبی تھی کہ وہ اپنے نجی امور میں بھی اپنے چھوٹوں سے مشورہ کرتے، اس سلسلہ میں خادم العلماء والمشائخ مولوی اقبال وہالوی (زید مجدہ) کے ساتھ بہت ہی بے تکلف رہے، وہ انہیں اپنی اولاد کا درجہ دیتے، اور ہر چھوٹے بڑے امور میں ان سے راز و نیاز کرتے، موصوف مکرم بھی جسم وجان سے ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے۔

مرحوم بیماری کے ایام میں بھی صبر ورضا کے پیکر بنے رہے، جان لیوا بیماری کے علاج کے دوران بھی وہ عزیمت ہی کا راستہ اختیار کرنا چاہ رہے تھے، یہ سنتِ نبویہ کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی

محبت کی دلیل ہے۔اس مرحلہ میں بھی انہوں نے خودرائی کے بجائے اپنے شیخ ومربی قبلہ مفتیٔ اعظم حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے اپنے آپ کو کیا،انہی کی رائے کے بعد حلقِ لحیہ کے سلسلہ میں دل پر پتھر رکھ کر رخصت پر عمل کیا،مگر احساسِ ندامت تادمِ آخر باقی رہا۔اسی احساسِ ندامت کے ساتھ وہ رب غفور کے حضور حاضر ہوئے (غفر الله له ورفع درجاته وجعل الجنة مثواه)۔امید ہے کہ ان کے ساتھ عفو کرم ہی کا معاملہ کیا گیا ہوگا۔

تادمِ تحریر آج ان کی وفات حسرت پر ۲۲ سال کا طویل عرصہ گزر چکا،مگر حق جل شانہ کا قانون ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ آج دوبارہ ان کے ذکر خیر کی صورت نکل آئی۔مرحوم کے نواسہ مکرم عزیز القدر مولوی عادل (سلمہ) نے حضرت کے تعلق سے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی،کامیابی نے ان کے قدم چوم لئے۔موصوف ہم سب وابستگانِ مرحوم کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے فرض کفایہ ادا کیا،فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

یہ رسالہ اگرچہ ایک شخصی تذکرہ پر مشتمل ہے،مگر اس کے ضمن میں اجمالی طور پر راندیر اور علماء راندیر کی تاریخ بھی قلم بند کرلی گئی ہے،مستقبل کے مؤرخ کے لئے یہ رسالہ ایک مستند متن کی حیثیت رکھے گا،ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اب آپ آگے بڑھیئے اور اصل رسالہ کا مطالعہ کیجئے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم

عباس بن آدم سریگت دڈھالوی

خادم دارالعلوم زکریا،جنوبی افریقہ

۱۴/جمادی الآخرۃ ۱۴۴۲ھ ۲۸/جنوری ۲۰۲۱ء

قیمتی تاثرات

حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب راندیری دامت برکاتہم

صاحبزادۂ محترم صاحب تذکرہ رحمۃ اللہ علیہ واستاذ تفسیر وحدیث جامعہ اسلامیہ وقف صوفی باغ سورت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عزیزم مولانا مفتی محمد عادل عثمانی سلمہ اللہ استاذ دار العلوم اشرفیہ راندیر نے میرے والد محترم حضرت مولانا سید محی الدین صاحب قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک سوانح مرتب کی اور مسودہ میرے پاس بھیج کر اس پر نظر ثانی کرنے اور چند کلمات بطور تاثرات پیش کرنے کا حکم دیا، مسودہ پڑھ کر میرے سنِ شعور سے لے کر والد محترم کی وفات تک، ان کی شفقت کے سائے میں گزرے ہوئے ایام اور وہ خوشگوار یادیں اور ان کی باتیں ذہن ودماغ میں آنے لگیں، جن کو میں اپنے لیے سرمایۂ حیات اور حاصلِ زندگی سمجھتا ہوں، وہی میرے لئے رہبر ہیں، جو قدم قدم پر میری رہنمائی کرتی ہیں۔

بہرحال ! مولانا محمد عادل عثمانی سلمہ نے بہت اچھا کیا کہ اُنہوں نے نہ صرف والد صاحب کی حیات وخدمات اور صفات وکمالات کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کردیا، بلکہ ہمارے خاندان کے لئے بھی ایک ایسا دستاویز مرتب ہوگیا، جو خاندان کے بچوں کے لئے نمونۂ عبرت اور بہترین مثال ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ نے والد محترم کو جن اعلیٰ صفات سے نوازا تھا، ان میں ایک بڑی صفت یہ تھی کہ وہ اپنے فرزندوں کے ساتھ دوست بن کر رہتے تھے، ان کے ساتھ ہماری دوستی اور انسیت کا یہ عالم تھا کہ ہم اپنے اُن نجی اور ذاتی معاملات میں بھی ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، جن کے لئے عام طور پر درمیانی واسطوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ازدواجی معاملات میں ہم نے ان سے بلا

تکلف مشورہ لیا، لیکن یہ انسیت و بے تکلفی ان کو ہماری تربیت واصلاح سے غافل نہیں کرتی تھی، بلکہ وہ ہمارے اخلاق وکردار، فرائض کی ادائیگی اور معاملات پر بہت سختی سے نگرانی رکھتے تھے، اس سلسلہ میں بالکل تساہل کے قائل نہیں تھے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے نزدیک ایک ظریف الطبع شخصیت کے طور پر متعارف تھے، کیوں کہ ان کا انداز گفتگو اور اسلوبِ تخاطب نہایت ظریفانہ ہوا کرتا تھا، جس کی وجہ سے ہر فرد ان سے مانوس تھا (خاص طور پر ان کے شاگرد جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور مختلف دینی و علمی شعبوں میں منسلک ہوکر مصروف عمل ہیں) ان کی اس صفت ظرافت سے بہت محظوظ اور مانوس ہوتے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک درویش صفت انسان بھی تھے، ایک ولی کامل، جس کا ہر ہر کام سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوتا تھا، جس کے اندر ذوقِ عبادت اور شوقِ آخرت حد درجہ پایا جاتا تھا؛ لیکن اس کے چہرۂ ولایت پر ظرافت کا غازہ اس طرح پڑا ہوا تھا کہ بہت کم لوگوں کو اس صفت کا علم ہوا۔

ایسی شخصیت کے حالات زندگی کو قلم بند کرنے پر میں عزیزی مولوی محمد عادل عثمانی سلمہ کو دل کی گہرائی سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو استفادہ کرنے اور اپنی زندگیوں کو صاحب سوانح رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

فقط والسلام

خلیل احمد راندیری عفی عنہ

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام علي سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد!

اس کائنات کا تین گنا حصہ سمندر پر مشتمل ہے۔ ان سمندروں پر سال بھر بارشیں ہوتی رہتی ہیں، بے شمار قطرے آسمان سے گر کر سمندروں کے جسم میں حلول کر جاتے ہیں، مگر انہی قطروں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی صدف میں پل کر موتی کا روپ اختیار کر لیتے ہیں پھر کسی سلطانی تاج کی زینت یا ہار کی رونق بنتے ہیں۔ اگر ان موتیوں میں سے کسی کو کوئی سمندر میں پھینک دے تو کیسے صبر آسکتا ہے؟

آپ اگر کسی باغ میں تشریف لے جائیں، وہاں مختلف قسم کی گھاس جو جانوروں کی خوراک بنتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ چنبیلی اور گلاب کی تازہ وشاداب کلی بھی ہوتی ہے جو بزمِ ہستی کو معطر کرتی ہے۔ اگر ان کلیوں کو کوئی پیروں تلے روندے تو بتائیں کہ باغباں کے دل پر کیسا زخم آئے گا؟

انہی بیش بہا موتیوں میں سے ایک موتی اور دل ودماغ کو معطر کرنے والی کلیوں میں سے ایک کلی گم نام شخصیت استاذ الاساتذۃ والشیوخ حضرت مولانا سید محی الدین صاحب قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔

اللہ رب العزت کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو فنا کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں۔ مقام عروج پر فائز ہونے اور تعلق مع اللہ کا انتہائی درجہ حاصل ہونے کے باوجود وہ اپنی

شخصیت کو ظاہر نہیں کرتے۔ جیسا کہ مشکوۃ شریف کی ایک روایت میں ہے:

إن الله يحب الأبرار الأتقياء الأخفياء الذين إن غابوا لم يفتقدوا وإن حضروا لم يدعوا و لم يقربوا قلوبهم مصابيح الهدى يخرجون من كل غبراء مظلمة (مشکوۃ، ص:۴۵۵)

یقیناً اللہ تعالیٰ ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو نیک، متقی اور مخفی طور پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ جب وہ غائب ہوتے ہیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا اور جب وہ حاضر ہوتے ہیں تو نہ کوئی انہیں بلاتا ہے اور نہ قریب کرتا ہے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ لوگ ہر طرح کی ظلمت اور تاریکی سے نکلے ہوئے ہیں۔

انہیں مخفی شخصیات میں احقر کے نانا جان حضرت مولانا سید محی الدین قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فراموش کر دینا ناانصافی ہوگی، جنہوں نے فنائیت اور تواضع کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کر کے اپنی شخصیت، اپنا مقام و مرتبہ کسی کے سامنے ظاہر ہونے نہیں دیا تھا۔ احقر کے دل میں خیال آیا کہ حضرت نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات پر قلم اٹھایا جائے اور ان کی شخصیت سے لوگوں کو واقف کرایا جائے۔

اللہ رب العزت پر توکل واعتماد کرتے ہوئے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔ مواد کی فراہمی میں بھرپور تعاون کیا حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام نرینہ اولاد نے عموماً اور حافظ سید رشید احمد قاضی سلمہ وعافاہ نے خصوصاً۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام کو دارین کی خوبیوں سے مالا مال فرمائیں۔ (آمین)

بندہ انتہائی ممنون و مشکور ہے حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیۃ کا، جنہوں نے کثرتِ اشتغال و پیرانہ سالی کے باوجود بڑے غور سے اس رسالہ کو ملاحظہ

فرمایا، مناسب اصلاح فرمائی اور حوصلہ افزاء کلمات سے رسالہ کی زینت بھی بڑھائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور دارین کی خوبیوں سے مالا مال فرمائیں۔ (آمین)

نیز بندہ ممنون ومشکور ہے لسان التبلیغ حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم کا، جنہوں نے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دو قیمتی باتیں بتلائی (جن کا ذکر حضرت مولانا لاٹ صاحب زید مجدہم ہی کے حوالہ سے رسالہ میں آرہا ہے)، نیز اس رسالہ پر اپنی قیمتی رائے تحریر فرما کر چار چاند لگادئے۔

حضرت مولانا عباس صاحب ڈھالوی زید مجدہم کو میں کیسے فراموش کرسکتا ہوں، جنہوں نے اس رسالہ کو پڑھ کر ایک بہترین مضمون بنام ''یادرفتگاں'' تحریر فرمایا ہے۔ اس پر لطف مضمون کا مزہ ان شاء اللہ آپ اس رسالہ میں اٹھائیں گے۔

بندہ اپنے ماموں حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب راندیری زید مجدہم کا بھی ممنون و مشکور ہے جنہوں نے اپنے والد ماجد صاحب تذکرہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ اپنی کچھ یادیں وباتیں تحریر فرما کر رسالہ کی افادیت کو بڑھایا ہے۔

اسی طرح بندہ انہتائی ممنون ومشکور ہے حضرت مفتی طاہر صاحب سورتی زید مجدہم کا، جنہوں نے مختصر وقت میں اس رسالہ کی تصحیح فرمائی، نیز مفید مشوروں سے نوازا۔

اللہ رب العزت والجلال ان تمام کو دارین کی خوبیوں سے مالا مال فرمائیں، ان تمام کے علم، عمل، عمر وعزت میں عافیت کے ساتھ برکتیں مقدر فرمائیں اور صاحب تذکرہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھرپور مغفرت فرما کر انہیں اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائیں۔

کتبہ العبد محمد عادل عثمانی

۱۴/۰۷/۱۴۴۲ھ - ۲۷/۰۲/۲۰۲۱ء

راندیر کا تعارف

سورت شہر کا پرانا قصبہ بلکہ شہر سورت سے بھی قدیم وہ بستی جو علم کا مرکز اور علماء و مشایخ کا معدن رہی وہ ہے ’’راندیر‘‘۔ یہ بستی اپنے دو قدیم ترین اداروں دار العلوم اشرفیہ عربیہ (تاسیس ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۷۰ء) اور جامعہ حسینیہ (تاسیس ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۹ء) کی وجہ سے مشہور ہے۔

راندیر سورت کے سامنے بہنے والے دریائے تاپتی کے کنارے آباد قدیم شہر ہے۔ اس شہر کی بڑی تاریخی اہمیت ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس بستی کا ذکر آٹھ سو سال سے بھی پہلے ملتا ہے، بلکہ ’’تاریخ راندیر‘‘ میں لکھا ہے کہ یہ قصبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بھی پانچ سو سال قدیم ہے۔ (تاریخ راندیر و علماء راندیر: از حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ: ۵)

اس بستی کا پرانا نام کیا ہے؟ اس میں مؤرخین نے مختلف اقوال بیان فرمائے ہیں۔ بعض حضرات نے اس کا قدیم نام ’’رانجور‘‘ بتلایا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ آرین قوم نے شمالی راشٹ پر قبضہ کر کے بھروچ کو صدر مقام بنایا اور جنوبی راشٹ میں ’’رائک نیر‘‘ (راندیر) ان کی راجدھانی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ راندیر کا قدیم نام ’’رائک نیر‘‘ ہے (مستفاد از حیات عبد الرحیم: ۳۹)

آج سے تقریباً آٹھ سو سال قبل (اب تو ایک ہزار سال قبل) راندیر اپنی بندرگاہ اور نایط (جو کہ عرب کا ایک قبیلہ ہے) کی تجارت کی وجہ سے مشہور تھا، مگر کچھ عرصہ کے بعد اس کا سقوط ہوا۔ نایط قبیلہ نے جس کو تجارت کا مقام بخشا تھا اس راندیر پر فرنگیوں نے دو دو مرتبہ حملہ کر کے اس کی رونق کو تتر بتر کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی رونق پھر لوٹ آئی اور اپنے تاریخی مقام کو دوبارہ حاصل کر لیا۔ دلکش، دلنشیں اور دلربا مساجد کی تعمیروں کی وجہ سے راندیر مسجدوں کے شہر کے

پیارے نام سے مشہور تھا۔ کچھ لوگوں نے اس کو گجرات کے پیرس کا خطاب بھی دیا تھا۔ اسلام کی اشاعت کے بعد جب مسلمان عرب ہندوستان آئے تو کچھ صدیوں کے بعد ۵۷۵ھ کے آس پاس میں عرب تاجروں کا ایک بڑا قافلہ راندیر میں آ کر آباد ہوا تھا، جنہوں نے اپنی صداقت و دیانت سے ملک اور بیرون ملک میں تجارت کر کے خوب مالی وسعت حاصل کی تھی، پھر ان اموال کے ذریعہ بڑی بڑی حویلیوں اور خوبصورت عمارتوں کے ذریعہ راندیر کی رونق میں اضافہ کیا تھا۔ یہ عمارتیں حویلیوں اور مکانات تک محدود نہیں تھی بلکہ کچھ ایسی مسجدیں بھی تھی جن کو دیکھنے سے ہی قبیلہ نایت کے جوش ایمان و تبلیغ دین کا اظہار ہوتا ہے۔ قبیلہ نایط کی محنت وسعی سے تین تعمیر شدہ مساجد تاریخی شمار ہوتی ہیں۔ (۱) نایط واڑہ حظیرہ جمعہ مسجد (۲) منشی مسجد (۳) دہلا مسجد۔

قبیلہ نایط کے راندیر آنے سے پہلے ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی جو حضرات تابعین اور تبع تابعین کے دور کی کہلاتی ہے اور حظیرہ بڑی مسجد کے مغربی سمت میں یعنی قبلہ کی طرف واقع ہے۔ سرزمین راندیر میں یہ اللہ کا پہلا گھر ہے۔ اب اس کے احاطہ میں چھ مقبرے ہیں جن میں ایک قبر سید حفیظ الدین صاحب کی اور دوسری ان کے بھائی سید فیض الدین صاحب کی ہے۔ اس چھوٹی مسجد میں حضرات تابعین کے نماز پڑھنے کا بھی اندازہ لگایا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

مرحوم جناب عاصم راندیری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دورِ طفولیت میں اس مسجد سے اللہ اکبر کی صدا گونجتی سنی ہے۔ ایک پستہ قد کے حافظ قاری صاحب کو بھی نماز پڑھاتے دیکھا ہے۔ اب وہاں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ جب سے نایط واڑہ حظیرہ بڑی مسجد کی نئی تعمیر ہوئی اس وقت سے چھوٹی مسجد میں نماز کا سلسلہ بند ہو گیا۔ مذکور بالا قاری صاحب سے پہلے وہاں جو پیش امام تھے ان کی قبر حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب کی قبر کے پڑوس میں ہے اور تختی پر ان کا نام حضرت مولانا محمد یحییٰ بن مولانا عبد الخالق دیوبندی لکھا ہے، جن کی تاریخ وفات ۳/شوال

المکرم ۱۳۰۱ھ ہے۔ (مستفاد از راندیر نایط واڑہ بڑی جمعہ مسجد کی قدیم تاریخ از عاصم راندیری صاحب)

راندیر کے قدیم لوگ اس کا اصل نام ''راہِ نیر'' بتلاتے ہیں۔ ''راہ'' بمعنی راستہ اور ''نیر'' گجراتی زبان میں پانی کو کہا جاتا ہے۔ پانی کے کنارے آباد ہونے کی وجہ سے اس کو راہِ نیر کہا جاتا ہے۔

''تذکرہ محدث سورتی'' میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مرادآبادی فرماتے ہیں کہ بارہویں صدی ہجری تک راندیر کسی حد تک اجڑ چکا تھا، کیوں کہ سورت تجارتی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہوتا جارہا تھا۔ خصوصاً سورت میں جہاز رانی کا دور دورہ تھا۔ چین، فرنگ، عرب، ایران ہر جگہ کے افراد واشیاء یہاں موجود تھیں۔ بارہویں صدی ہجری میں عزتِ اسلام اور رونقِ مساجد جو سورت میں دیکھی گئی وہ اُس زمانہ میں شاید تمام ہندوستان میں نہ ہوگی۔ غالباً یہ برکات ومجاورت ہمسائیگی حرمین شریفین کی بناء پر سورت کو حاصل تھیں۔ اسی بناء پر سورت کو ''بابِ مکہ'' کہا جانے لگا۔ (تذکرہ محدث سورتی: ۳۲، ۳۳)

راندیر کا قبرستان

راندیر کا قبرستان ایک تاریخی شان رکھتا ہے۔ بڑے بڑے علماء کرام ومشائخ عظام کے متعلق سنا ہے کہ انہوں نے یہاں دفن ہونے کی خواہش فرمائی تھی۔ اور کیوں نہ ہو؟ کیسی کیسی ہستیاں یہاں آسودۂ خواب ہیں۔ حضرت مولانا عیسیٰ صاحب گودھروی، حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شمس الدین صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید غلام رسول بورسدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اسماعیل موٹا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید عبد الحق صاحب قادری لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔ انہیں متبرک شخصیات میں سے ایک ولیٔ کامل، مجسم تواضع، استاذ الاساتذۃ والمشائخ حضرت مولانا سید محی الدین قاضی ماما رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آبِ زر سے لکھنا ہوگا۔

ہم اولاً حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے متعلق کچھ معلومات پیش کرتے ہیں، پھر حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے کچھ اوراق آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔



حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق علمی گھوارہ سے ہے۔ آپ کا تعلق فخر دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک خاندان سے ہے۔ نسب نامہ محفوظ نہیں اور ویسے بھی شریعت نے ان معاملات میں ''سند متصل'' کی شرط نہیں رکھی، بلکہ بڑے بوڑھوں کی زبان پر عام شہرت کو کافی سمجھا ہے۔ بڑے بوڑھوں سے یہ بات سنی گئی کہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ آگے چل کر وقار سادات زبدۃ الفقہاء حضرت اقدس مفتی سید عبد الرحیم صاحب قادری لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نسب نامہ میں مل جاتا ہے۔ آپ کے دادا جان جناب قاضی رحمت اللہ صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ کے محدث اور دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے دورِ قدیم کے طویل زمانہ تک منصب شیخ الحدیث پر فائز رہے ہیں۔ قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان کا نام بھی رحمت اللہ تھا۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اول

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اول بلند پایہ کے عالم باعمل اور ممتاز قراء میں تھے۔ قراءاتِ سبعہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ خوش الحانی میں بے مثال تھے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

كان يقرأ القرآن على سبع قراءة ولم يكن في بلاده مثله في القراءة

کہ آپ سات قرأتوں پر قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے اور آپ کے علاقہ میں قراءت میں آپ کے مثل کوئی نہیں تھا۔ فقہ اور اصول عربیہ سے بھی کامل مناسبت تھی۔ سورت میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔

دو مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ حج سے واپسی

پر جہاز پانی کے طوفان میں غرق ہو گیا جس کی وجہ سے قاضی صاحب شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۲۶۴ھ میں پیش آیا۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اول کے ایک فرزند جناب سید محمد صاحب تھے۔ جنہوں نے ریاست بھوپال میں بڑا اعزاز پایا تھا۔ حافظ سورتی کے نام سے وہاں مشہور تھے۔ ۱۱/ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ کو ٹی بی کی بیماری میں انتقال فرما گئے تھے۔ وہیں کے قبرستان قلندر شاہ میں مدفون ہوئے۔ ان کی اولاد بھوپال ہی میں مقیم رہی۔

حضرت قاضی احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اول کے صاحب زادہ جناب قاضی احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مشہور علماء و فضلاء میں تھا۔ ۱۲۳۵ھ میں ولادت ہوئی۔ خورشید طلوع سے آپ کا سن ولادت برآمد ہوتا ہے۔ فارسی اور عربی کی تعلیم اپنے والد محترم حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اول سے اور شیخ پیر محمد صاحب سے حاصل کی۔ فارسی اشعار اور تاریخ گوئی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایک قصیدہ بلا نقط لکھا اور پھر اس کی عمدہ شرح فرمائی تھی۔ صاحب حقیقۃ السورۃ لکھتے ہیں

یک قصیدہ در شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گفتہ و نیز شرح آں بوجہ احسن نوشتہ بودند معلوم نیست کہ کجا است۔

کچھ عرصہ تک سورت کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ ۲۹/ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ کو آپ کا وصال ہوا اور بلیشور میں مدفون ہیں۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب ثانی

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ممتاز علماء و محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ کا

اصل وطن لاجپور ہے مگر بعد میں راندیر منتقل ہو گئے تھے۔آپ کا اصل نام سید محی الدین ہے مگر رحمت اللہ کے لقب سے مشہور ہیں۔تاریخ ولادت محفوظ نہیں۔آپ کے والد ماجد جناب قاضی سید احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دادا جناب قاضی سید رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی زبردست عالم تھے۔ گویا علمی خانوادہ سے آپ کا رشتہ ہی نہیں بلکہ آپ ان کے چشم و چراغ تھے۔علم حدیث میں بڑا اونچا مقام حاصل تھا۔دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر سے فراغت حاصل کرنے کے بعد بھوپال میں قاضی محمد بن عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حسین بن محسن الیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے علمِ حدیث میں مہارت اور علوِ سند کا شہرہ تھا، ان سے اکتساب فیض کیا۔دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے قدیم فارغین کی فہرست میں آج بھی آپ کا نام درج ہے۔

فراغت کے بعد دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر سے تدریسی دور کا آغاز ہوا۔پوری محنت و عرق ریزی سے خدمات انجام دی۔خداداد صلاحیت اور اساتذۂ باکمال کے فیض صحبت کی برکت سے بہت جلد تدریسی میدان میں درجۂ کمال حاصل کیا اور کم عمری میں ہی مسندِ مشیخیتِ حدیث کو زینت بخشی۔نصف صدی کے قریب تک اس باوقار منصب پر آپ فائز رہے۔

آپ کے خلوص اور دوراندیشی پر اعتماد کی وجہ سے کچھ عرصہ تک منتظمین نے آپ کو مدرسہ کا اہتمام بھی سپرد کیا۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

تدریسی مہارت کے ساتھ تصنیفی مہارت بھی کمال کی حاصل تھی۔کئی مفید رسائل یادگار چھوڑے جن سے فقہ حنفی پر مضبوط پکڑ کا اندازہ ہوتا ہے۔جامعۃ القراءات کفلیتہ سے وہ رسائل حضرت مولانا مرغوب صاحب لاجپوری زید مجدہم کی سعی سے حسن طباعت کے زیور سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ان رسائل کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) كحل العينين فى ترك رفع اليدين

(۲) سبع سنابل فى تصريح المسائل

(۳) غنية المهتدى فى قراءة المقتدى

(٤) ترتيب المسائل فى اقوى الدلائل

(٥) تلك عشرة كاملة

(٦) تحقيق المسائل عن عمدة الوسائل

(۷) نور العينين فى سنية الخطبتين فى العيدين

(۸) هداية البرايا فى احكام الضحايا

(۹) الكتاب المبين فى ذكر مسانيد محى الدين

(۱۰) اسلامی ضرورت اور اوقاف کی فاضل آمدنی

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعمق علم کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ بعض کتابوں پر آپ کی بلا نقط تقریظ ہے۔ علم حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ وفتاویٰ میں بھی ملکۂ کامل حاصل تھا۔ چند فتاویٰ مولانا مرغوب صاحب لاجپوری زید مجدہم کے رسالہ تذکرہ محدث راندیری میں بھی موجود ہیں۔

جب ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو ابوداود شریف ملی تو اس وقت مدرسہ کے کتب خانہ میں کوئی اچھی شرح نہیں تھی۔ پہلے ہی سال والد صاحب کا درس مقبول ہو گیا تو غالباً حضرت مولانا خالد صاحب مہاراشٹری زید مجدہم نے حضرت والد صاحب سے عرض کیا تھا کہ آپ نے فلاں بحث بہت شاندار پڑھائی تھی تو کس شرح کا مطالعہ کیا تھا؟ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ شرح کہاں؟ وہ بحث تو حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب کے

رسالہ میں سے پڑھائی تھی۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ واوصاف

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل، زہد وورع، تقویٰ وطہارت میں اسلاف کی یادگار تھے۔ آپ بلند پایہ محدث، کامیاب مفسر ومفتی تھے۔ مزاج میں قدرے سختی تھی۔ طلبہ کی نامناسب حرکت پر خوب گرفت فرما کر بغرضِ اصلاح سزا بھی دیتے تھے۔ حضرت مولانا احمد اشرف راندیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے ایک مرتبہ کسی جرم میں صبح آٹھ بجے سے دوپہر ایک بجے تک انگوٹھے پکڑوائے تھے۔

چہرہ گندمی رنگ کا مٹیالہ پن لئے ہوئے، میانہ قد، جسم جسیم، گھنی داڑھی، لباس صاف ستھرا اور سفید، کرتہ پر صدری اور شیروانی پہننے کا معمول تھا۔ سر پر چھوٹا سا عمامہ رہتا تھا۔ نہایت متقی، پرہیزگار اور تہجد کے پابند تھے۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کل پانچ اولاد ہوئی۔ چار لڑکے اور ایک لڑکی۔ ان تمام کے نام یہ ہیں۔

(۱) مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ افریقہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ کی اولاد میں جناب عبد الغنی صاحب کا نام ملتا ہے اور ان کی صاحب زادی رشیدہ بیگم ہے۔ عبدالحق قاضی صاحب کا انتقال ڈربن میں ۲۸ رمئی ۱۹۶۸ء کو ہوا۔

(۲) مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ بھی افریقہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ کے صاحب زادے جناب عبدالحمید صاحب ہیں۔ ان کے صاحب زادوں میں جناب مولانا شبیر قاضی صاحب، عبدالقادر قاضی صاحب، عبدالحیٔ قاضی صاحب ہیں۔ جناب عبدالخالق قاضی صاحب کی

ایک صاحب زادی زلیخا ہے۔ (افسوس جس وقت اس رسالہ کی ترتیب کا کام ہو رہا تھا یہ خبر موصول ہوئی کہ ۳۱؍ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز جمعرات شام کو مولانا شبیر قاضی صاحب دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ حضرت مولانا شبیر صاحب رئیس مکرم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر تھے، انہوں نے عربیت کی کچھ تعلیم فلاحِ دارین ترکیسر میں حاصل کی تھیں، بعدہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فراغت حاصل کی تھیں۔ مرحوم حضرت مولانا ولی حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذِ خاص تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً)

(۳) جناب عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (والد محترم صاحب تذکرہ رحمۃ اللہ علیہ)

(۴) جناب عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے ایک ہی فرزند تھے جناب محمد قاضی صاحب۔ جناب عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال اپنے والد محترم حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں ہو گیا تھا۔ جناب محمد قاضی صاحب کا عقد چچا زاد بہن مریم بیگم بنت جناب عبداللطیف قاضی سے ہوا تھا۔ ایک لڑکا جناب یوسف قاضی اور ایک لڑکی نور جہاں بیگم (وفات ۱۳؍ ستمبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ) تھی۔

(۵) ایک لڑکی رقیہ بیگم، جناب مرحوم عبدالرحمٰن چرخہ صاحب کی والدہ تھیں۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیاں و کمالات

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے علاقہ کے صاحب ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔ علمی مشغولیت کے ساتھ ساتھ خدمت خلق میں بھی کوشاں رہتے تھے۔ راندیر انجمن اسلام کے بانیوں میں بھی آپ کا نام ہے اور تقریباً گیارہ سال انجمن اسلام کے انتظام کو بحسن و خوبی سنبھالا۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعد نماز عصر حظیرہ بڑی مسجد کے اوٹے پر اپنے

دوست واحباب کے ساتھ بیٹھتے تھے اور تبادلۂ خیالات فرماتے تھے۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۳ء جمعرات کے روز ہوئی۔ آپ کا مزار راندیر کی مشہور ومعروف درگاہ تبع تابعین صاحب کے احاطہ میں ہے۔

حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تمام اسکول اور مدارس بند رہے حتیٰ کہ اجرت پر گاڑی چلانے والے حضرات نے بھی اپنے مشاغل کو موقوف رکھ دیا تھا۔

آپ کی وفات پر حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قطعہ کہا تھا۔

چھپ گیا ماہِ علم زیرِ زمیں	گل ہوا آہ آہ چراغ دیں

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدین اور بھائی بہن

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد جناب سید عبداللطیف صاحب قاضی ایک عام اور سیدھے سادے انسان تھے۔ آنکھوں سے قدرے معذور ہونے کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر پائے تھے البتہ دیندار اور خوددار تھے۔ جناب سید عبداللطیف صاحب دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں ملازمت کیا کرتے تھے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کم عمری میں ہی آپ داغ مفارقت دے گئے تھے۔ آپ کا نکاح اڈاجن گاؤں سے تعلق رکھنے والی ایک دیندار وپاکباز خاتون سبحان بی بی سے ہوا تھا۔ سبحان بی بی نے اچھی عمر پائی تھی۔ احقر کی والدہ کا انہیں بچپن میں دیکھنا ہلکا سا یاد پڑتا ہے۔

جناب عبداللطیف صاحب کی کل دس اولاد ہوئی تھی۔ دو لڑکے اور آٹھ لڑکیاں۔

بالترتیب ان کے نام ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) جناب سید احمد قاضی صاحب۔ ان کا عقد جناب عبدالحمید حلیم صاحب کی بہن سے ہوا تھا۔ عین دور شباب میں انتقال کر گئے تھے۔ اولا دنہیں تھی۔

(۲) فاطمہ بیگم۔ ان کا عقد جناب احمد ملک صاحب سے ہوا تھا۔ جناب مصطفیٰ ملک صاحب کی والدہ تھی۔ اپنی والدہ کی حیات میں کم عمر میں ہی انتقال کر گئی تھی اس وقت ان کے چھوٹے بیٹے جناب عبدالرحمٰن المعروف بہ "لال ماموں" بہت کم عمر کے تھے۔ غالباً سن وفات ۱۹۴۵ء ہے۔

کل بارہ اولاد ہوئی۔ پانچ لڑکے اور سات لڑکیاں۔

پانچ لڑکوں کے نام درج ذیل ہیں۔

☆ مصطفیٰ ملک (ولادت ۱۹۳۰ء، وفات ۶ راگست ۲۰۱۸ء بروز پیر)

☆ اسماعیل ملک (ولادت ۱۹۴۰ء، وفات ۲۴ رستمبر ۲۰۱۴ء بروز بدھ)

☆ حافظ عبدالرشید ملک (وفات فروری ۲۰۱۸ء)

☆ عبدالرحمن عرف لال ماموں (وفات ۱ رفروری ۲۰۱۳ء بروز جمعہ)

☆ غلام نبی: دورِ طفولیت ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

سات لڑکیوں کے نام درج ذیل ہیں۔

☆ زبیدہ بیگم

☆ خدیجہ بیگم

☆ رشیدہ بیگم

☆ ہاجرہ بیگم

☆ عائشہ بیگم (آنسا آپا) (وفات جون ۲۰۱۶ء)

☆مریم بیگم(مُنا آپا)(حیات)
☆سکینہ بیگم(چھوٹی)(ولادت ۱۹۴۱ء، وفات ۱۸/نومبر ۲۰۱۳ء بروز پیر)
ان میں فقط مریم بیگم بقید حیات ہیں اور فی الحال امریکہ میں مقیم ہیں، باقی سب انتقال کر گئے ہیں۔
(۳)مریم بیگم۔ان کا عقد چچازاد بھائی جناب محمد بن جناب عبدالرحمٰن قاضی سے ہوا تھا۔ان کا انتقال ۱۹۳۶ء میں ہوا تھا۔دو اولاد ہوئی۔
☆ایک لڑکا جناب یوسف قاضی اور
☆ایک لڑکی نور جہاں بیگم(وفات ۱۳/ستمبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ)
(۴)امیر بیگم۔ان کا نکاح ان کی بڑی بہن مریم بیگم کے انتقال کے بعد ان کے شوہر یعنی اپنے چچا زاد بھائی جناب محمد قاضی صاحب سے ہوا تھا۔موصوفہ بڑی خوددار، پاکباز اور دیندار خاتون تھی۔ اپنے خاندان میں اَمّو آپا کے نام سے جانی جاتی تھی۔موصوفہ اپنے بھائی یعنی حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ اولاد پر بڑی مہربان اور حمایتی تھیں۔حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غربت کے ایام میں خوب محنت کر کے اپنے بھتیجے اور بھتیجیوں کی عید عمدہ طریقہ پر کرواتی تھی۔موصوفہ نے اچھی عمر پائی تھی۔غالباً ۱۹۸۴ء میں انتقال ہوا تھا۔خداوند قدوس غریق رحمت فرمائیں(آمین)
(۵)خدیجہ بیگم۔یہ جناب ملک محی الدین صاحب کی والدہ تھی۔
(۶)سکینہ بیگم
(۷)شریفہ بیگم
(۸)پیاری بیگم

ان تینوں کا انتقال قبل از نکاح ٹی بی کے مرض میں دور شباب ہی میں ہو گیا تھا۔

(۹) حضرت مولانا سید محی الدین قاضی صاحب (صاحب تذکرہ رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۰) کلثوم بیگم۔ یہ اپنے بھائی صاحب تذکرہ حضرت مولانا سید محی الدین قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھی مگر کم عمری میں ہی انتقال کر گئی تھی۔

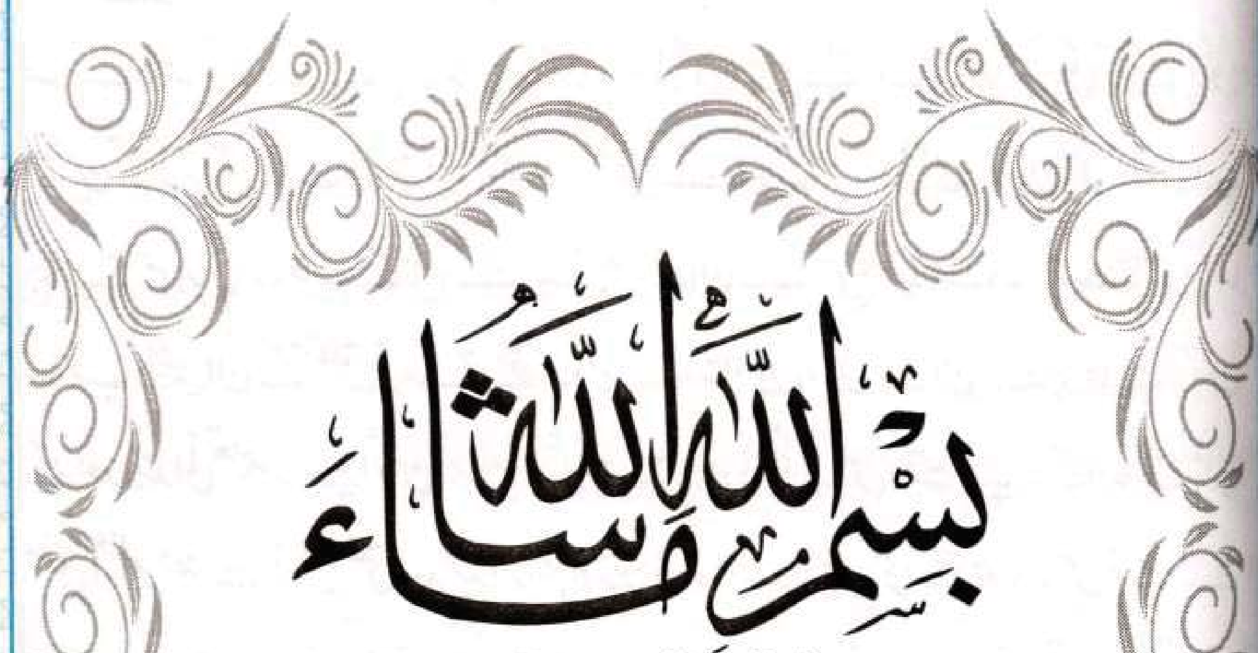
مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جناب سید عبد اللطیف قاضی صاحب کی جمیع اولاد میں سے فقط امیر بیگم اور صاحب تذکرہ حضرت مولانا سید محی الدین قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی اپنی والدہ سبحان بی بی کے انتقال کے وقت حیات تھے، باقی سب دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔

ایک واقعہ

جناب عبد اللطیف صاحب قاضی کے تین بچے جناب احمد قاضی، فاطمہ بیگم اور مریم بیگم نیز جناب مولانا عبد الحق صاحب کے صاحب زادے جناب عبد الغنی صاحب کے نکاح کے موقع پر حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پورے راندیر میں پاندان میں مٹھائی تقسیم کی تھی۔ آج بھی بہت سے گھروں میں وہ پاندان موجود ہیں۔ اس پاندان پر درج تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نکاح ۲۶ نومبر ۱۹۲۰ء کو ہوئے تھے۔

۲۰۰۴ء میں جب بندہ درجہ عربی اول کا طالب علم تھا اس وقت انجمن کے افتتاحی جلسہ میں محدث کبیر شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند حضرت اقدس مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں یہ واقعہ سنایا تھا کہ میں چناروا ڑ مسجد کی طرف جا رہا تھا تو میں نے ایک کباڑی والے کے پاس ایک پاندان دیکھا اس پر حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج تھا۔ حضرت مفتی سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے اس بھنگار والے سے قیمت پوچھی تو اس نے دو روپیہ بتلائی۔ حضرت مفتی سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ کیا جانے اس کو!

اگر وہ دو سو روپیہ بتلاتا تو بھی خرید لیتا۔ فرمایا کہ میں نے فوراً خرید لیا اور راندیر سے جب میں دیوبند منتقل ہوا تو اپنے ساتھ لے گیا۔ چالیس سال سے میں برابر استعمال کر رہا ہوں۔



حضرت مولانا سید محی الدین قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اب ہم صاحب تذکرہ حضرت مولانا سید محی الدین قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ذکر کرتے ہیں۔ بندہ نے انہیں خوب دیکھا مگر لڑکپن میں۔ اس لئے بندہ مکمل حالات سے واقف نہیں، تاہم حسبِ تحقیق پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت وتعلیم

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۳ ؍جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۱؍ دسمبر ۱۹۲۴ء بروز جمعرات ہوئی۔ آپ کی ولادت اپنے دادا جان جناب حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ایک سال کے بعد ہوئی تھی، اس لئے آپ کا نام انہیں کی نسبت پر محی الدین تجویز کیا گیا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کنارہ مسجد کے مدرسہ میں ہوئی تھی۔ وہاں اس وقت جناب قاسم بھائی صاحب کے نام سے ایک معلم تھے ان سے کچھ پڑھا تھا۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ وہ میرے استاذ ہیں، میں نے ان سے پڑھا ہے۔ اس کے بعد ابتدائی تعلیم راندیر انجمن اسلام کے مکتب میں ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کے اساتذہ میں مفتیٔ اعظم حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جو بعد میں آپ کے خسر ہوئے۔ حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آپ نے ناظرہ قرآن کی تکمیل فرمائی تھی۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ حافظ قرآن نہیں تھے مگر قرآن کریم خوب یاد تھا۔ ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کا رخ کیا جہاں نصف صدی تک آپ کے دادا جان حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علوم وفنون کے فیوض سے تشنگان کی سیرابی فرمائی تھی۔ آپ کی فراغت ۱۹۴۸ء میں ہوئی تھی اور

غالباً یہی پہلا سال تھا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر درس بخاری شریف آنے کا۔ دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے رجسٹر سے چھان بین کر کے آپ کے کل چار ساتھیوں کا ذکر ملا ہے۔

(۱) حضرت مولانا سید محی الدین قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۲) حضرت مولانا رجب صاحب ترکیسری رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت مولانا ابراہیم صاحب سوجیتر وی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت مولانا ابراہیم صاحب جوگواڑی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کن حضرات سے اکتساب فیض کیا ان کی پوری تفصیل تو معلوم نہیں۔ البتہ آپ کے اساتذہ میں چند نام ملے ہیں جن کے قدرے حالات ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

وقار سادات، زبدۃ الفقہاء، ریحانۃ العصر عارف باللہ حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت شوال المکرم ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے نسبی شرافت کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد کا نام عبد الکریم تھا۔ آگے ان شاء اللہ ان کا قدرے تعارف کروایا

جائے گا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم اپنے جد بزرگوار حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوئی۔ یہ قیامِ لاجپور کا دور تھا اور اس وقت حضرت مولانا سید عبد الحیی صاحب قاضی رحمۃ اللہ علیہ (جو آگے چل کر حضرت مفتی صاحب کے خسر ہوئے، مختصر تعارف آگے کروایا جائے گا ان شاء اللہ) حضرت قاری عبد الستار صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تلمذ کا شرف نصیب ہوا۔ حفظ قرآن کریم اپنے چچا حافظ سید حسام الدین صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیا اور ۱۳۳۹ھ میں دار العلوم اشرفیہ عربیہ سے حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی۔ خوش الحانی کی وجہ سے کم عمری ہی میں نوساری کی جامع مسجد کے امام بنادئے گئے تھے۔ ذی قعدۃ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں بحیثیت امام وخطیب آپ بڑی مسجد راندیر تشریف لائے اور صبر واستقلال کے ساتھ ۶۳ سال تک اس فرض منصبی کو نبھایا۔ ۱۴۰۶ھ میں پیرانہ سالی اور امراض کی وجہ سے آپ امامت سے مستعفی ہو گئے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جانشینی سپرد فرمادی۔

راندیر تشریف آوری کے بعد ۱۳۴۴ھ میں جامعہ حسینیہ عربیہ میں داخل ہو کر شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں فراغت حاصل کی۔ سالانہ جلسہ میں جامعہ ڈابھیل سے امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم دیوبند سے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ فرمایا اور حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے دستار بندی ہوئی۔ آپ کے اساتذہ میں بانئ جامعہ حضرت مولانا محمد حسین صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محب اللہ صاحب بنگلہ دیشی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی محمود حسن صاحب اجمیری

رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد نور صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم مشہور و قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد کچھ وقت جامعہ حسینیہ راندیر میں افتاء کا کام اور ساتھ ساتھ درجۂ تجوید کی خدمت انجام دی۔ پھر آٹھ سال تک انجمن اسلام راندیر کے مکتب میں حفظ و تجوید کی خدمت بڑی محنت و خوش اسلوبی سے انجام دی۔ اسی دوران حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے شرف تلمذ نصیب ہوا اور آپ ہی کے پاس ناظرہ قرآن کریم کی تکمیل فرمائی۔

آپ کے فتاویٰ دس جلدوں میں ''فتاویٰ رحیمیہ'' کے نام سے شائع ہو کر عوام و خواص میں بیحد مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ یہ فتاویٰ درحقیقت اکابر کی تقریظات سے لبریز، ہر سوال کا تسلی و تشفی بخش جواب، ہر ایک کے لئے تسکین و انشراح کا سامان، انمول ہیروں کا ہار، گلہائے رنگارنگ کا نہایت حسین گلدستہ اور اپنے طرز اسلوب میں منفرد اور قدیم و جدید فتاویٰ کے ذخیروں میں ممتاز ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین نکاح ہوئے تھے۔ آگے ان تینوں کی تفصیلات آئے گی ان شاء اللہ۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۸؍نومبر ۲۰۰۱ء بروز اتوار دوپہر ۱۲ بج کر ۲۵ منٹ پر ہوئی۔ ظہر کی نماز کے بعد غسل دیا گیا اور بعد نماز تراویح رات گیارہ بجے راندیر اسلام جم خانہ کے وسیع و عریض میدان میں حضرت مفتی صاحب کی وصیت کے مطابق احقر کے والد ماجد اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسی داماد حضرت مفتی عارف حسن عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور راندیر کے مشہور قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب عارف باللہ حضرت اقدس مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کا وطن اصلی پشاور کا علاقہ ہے۔ ولادت ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔ علم دین کے حصول کی خاطر اپنے وطن کو ایسا چھوڑا کہ پلٹ کر وہاں جانا نصیب نہ ہوا۔ کسی نے خوب کہا ہے ۔

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا	عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

آپ نے اجمیر شریف کے مدرسہ معینیہ میں حضرت مولانا شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا معین الدین اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا یونس صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا امتیاز صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم سے اکتساب فیض کر کے ۱۹۴۲ء میں فراغت حاصل کی۔ ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں آپ بحیثیت مدرس تشریف لائے۔ ۱۹۴۷ء میں حضرت مولانا عبدالحق پشاوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے وطن تشریف لے جانے کے بعد شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز ہوئے۔ غالباً حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھنا اسی سال تھا۔ اور ۴۸ سال مسلسل بخاری شریف کا درس دیا۔ اس دوران کئی حضرات نے آپ سے فیض اٹھایا۔

آپ ولیٔ کامل، برکت زماں اور اسلاف کی یادگار تھے اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارشاد کا تعلق رکھتے تھے۔ مروجہ تصوف میں اتنے مشغول نہ ہونے کے باوجود تعلق مع اللہ کے مقام عروج پر فائز تھے۔ وعظ وخطاب میں بھی ملکہ حاصل تھا مگر مختصر انداز میں عجیب باتیں ارشاد فرماتے تھے جس کے الہامی ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۲۱ ؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ ھ مطابق ۲۵ ؍ نومبر ۱۹۹۴ ء بروز جمعہ بوقت تہجد دار فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرمائی۔ بعد نماز جمعہ جم غفیر نے راندیر اسلام جم خانہ میں وقار سادات مفتیٔ اعظم ہند حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں آپ کی صلوۃ جنازہ ادا کی۔ راندیر کے مشہور قبرستان میں علم و عمل کے اس آفتاب و ماہتاب کو سدا کے لئے سپرد خاک کر دیا گیا۔ خداوند قدوس اپنی جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائیں (آمین)

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ استاذ و شاگرد کا تعلق ہونے کے باوجود مزاح بھی رہا۔ دونوں نے اطراف و جوانب کے سفر بھی ایک ساتھ خوب کئے۔ حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری صاحب زید مجدہم نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا کہ جب میرے ابا جان اجمیر شریف سے سورت تشریف لائے تو اسٹیشن سے انہیں لانے والے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر گویا حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہوش اڑ گئے۔ مجھے یاد ہے صبح سوا چار کے قریب یہ خبر جب پہونچی، تہجد کا وقت تھا اور نانا مرحوم زور سے آواز دیتے ہوئے ہمارے گھر تشریف لائے او مفتی صاحب! والد صاحب مرحوم تہجد سے فراغت پر دعاؤں میں مصروف تھے۔ نانا مرحوم کی آواز سن کر ہاتھ پھیرا اور پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا اجمیری صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ پڑھتے ہوئے دونوں فوراً ان کے مکان کی جانب چل دئے۔

حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے سابق مہتمم حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۱ ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۰۳ ء بروز پیر صبح دس بجے ہوئی۔ آپ کے

والد کا نام عارف، دادا کا نام ابراہیم اور پردادا کا نام محمد تھا۔ ناظرہ کی تعلیم جناب حافظ محمد جلال الدین بانگی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاصل کی۔ بعدہ اپنے آباء واجداد کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں عربیت کی تعلیم حاصل کی۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت اقدس قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت اقدس قاضی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا مطیع اللہ صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد اللہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر سے فراغت کے بعد از ہر ہند دار العلوم دیوبند کا رخ کیا۔ وہاں دو سال رہ کر اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھی۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف اور میاں اصغر حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ابوداود شریف پڑھی۔ آپ کے رفقاء میں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد طاہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد الرحمن گونیا صاحب گودھروی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم مشہور ہیں۔ آپ کو اپنے اساتذہ کے علاوہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مکہ مکرمہ کے زبردست عالم شیخ احمد السنوسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم سے اجازت حدیث بھی حاصل ہے۔ دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جب آپ اپنے وطن تشریف لائے تو آپ کے والد صاحب نے ایک شاندار دعوت منعقد کی۔ اس دعوت میں مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے۔

۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں آنجناب دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے اہتمام پر فائز ہوئے۔ تقریباً ۶۶ سال تک بحسن وخوبی اس ذمہ داری کو نبھایا۔ ۲۷/ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

مطابق ۶ / مارچ ۱۹۸۹ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں آپ کی صلوۃ جنازہ ادا کی گئی اور اس کے بعد اپنے آبائی قبرستان پیر مٹھی میں آپ سپرد خاک کردئے گئے۔ خدا غریق رحمت فرمائیں۔ (آمین)

حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب کاوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ضلع بھروچ کے ایک تاریخی گاؤں کاوی سے تھا۔ آپ کی ولادت اسی گاؤں میں ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد آپ نے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کا رخ کیا۔ وہ دور جامعہ کا سنہرا دور تھا کہ وہاں اس وقت ہر فن کے ماہر اساتذہ موجود تھے۔ آپ نے حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا عبدالرحمن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا بدر عالم صاب میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستیوں سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۳۶۱ھ میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے فراغت ہوئی۔ فراغت کے بعد فوراً بعد سرزمین راندیر کے مشہور ادارہ دارالعلوم اشرفیہ عربیہ میں زندگی کے آخری دم تک خدمات انجام دیتے رہے۔ چوالیس سال کی طویل خدمات میں آپ سے بے شمار طلباء نے فیض اٹھایا۔ وقت کی پابندی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ ہمیشہ وقت سے پہلے درسگاہ میں تشریف لاتے اور درس شروع فرمادیتے۔ آپ کا درس مختصر مگر تسلی و تشفی بخش ہوتا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ چوالیس سال سے زیادہ عرصہ سے مرحوم کا تعلق تھا، لیکن کبھی ایک دوسرے کے دل میں رنجش نہیں آئی ورنہ

بھائی بھائی میں جھگڑا ہوتا ہے یہ مرحوم کا کمال تھا۔ ۶/ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ مطابق ۳۰/ اکتوبر ۱۹۸۷ء جمعہ کے دن تہجد کے وقت آپ نے اس عالم فانی سے رحلت فرمائی۔ بعد نماز عصر بالا پیر کے میدان میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں آپ کی صلوۃ جنازہ ادا کی گئی اور اس کے بعد راندیر کے مشہور قبرستان میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن گونیا صاحب گودھروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۹۰۱ء میں گودھرا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے سابق مہتمم حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے رفقاء درس میں تھے۔ ۱۹۴۲ء میں کچھ ماہ آپ نے دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں خدمات انجام دی ہیں۔ اسی زمانہ میں ابتدائی کتابیں حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پڑھی ہیں۔ بعد میں آپ اپنے وطن تشریف لے گئے۔ آپ کی وفات رمضان المبارک ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالصمد صاحب کاچھوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالصمد صاحب کاچھوی رحمۃ اللہ علیہ ''کالا کاچھا'' (نزد ڈابھیل) جیسے چھوٹے سے گاؤں میں ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں حاصل کرنے کے بعد اپنے استاذ محترم حضرت مولانا سید بدرِ عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور آٹھ سال وہاں رہ کر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ فراغت کے بعد ایک سال ان کی صحبت میں رہ کر اجازت بیعت حاصل کی۔ دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں کچھ مدت خدمت انجام دی اور استاذ حدیث کے منصب پر فائز رہے۔ حضرت کاچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی زندگی کی بہت کم بہاریں دیکھی۔صرف ۳۶ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔سورت شہر کے ایک قصبہ ''موسالی'' کے قبرستان میں مدفون ہیں۔آپ کی وفات ۱۵ر صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء کو ہوئی۔

حضرت مولانا شیر محمد خراسانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں ایک نام حضرت مولانا شیر محمد صاحب خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا ملتا ہے۔دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے رجسٹر میں حضرت مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج ہے مگر ان کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

حضرت مولانا شیر محمد صاحب خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں، رجسٹر میں چونکہ ان کا اسم مبارک حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مقدم ملتا ہے اس سے اندازہ لگایا ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا عبد الحق صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی غالب گمان یہ ہے کہ وہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں ہوں گے، چونکہ حضرت پشاوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث تھے اور علیا کی کچھ کتابیں ان کے زیر درس تھی۔حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف حضرت شیخ اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھی تھی اور یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا سال تھا۔یہ واقعہ ۱۹۴۸ء کا ہے اور اسی وقت حضرت پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن منتقل ہو گئے تھے۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ درجۂ مشکوۃ کی کوئی کتاب حضرت پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھی ہو۔واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تدریسی دور

فراغت کے بعد سے وفات تک مسلسل اکیاون سال دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں

پوری محنت، اخلاص اور پابندی اور جفاکشی کے ساتھ خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے زیر درس ہمیشہ چھوٹی کتابیں رہی۔ علم الصیغہ، کتاب النحو، عربی کا معلم وغیرہ کتابیں پڑھاتے تھے۔ اول الذکر کتاب مدتوں تک آپ کے پاس رہی۔ فقہ کی کتاب نورالایضاح بھی کچھ عرصہ پڑھائی ہے۔ طبیعت میں مزاح کے غالب ہونے کی وجہ سے جب باب الحیض شروع ہوتا تو طلباء سے فرماتے کہ یہاں سے باب الگوجواڑہ (یہاں کی زبان میں گندی اشیاء کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے) شروع ہورہا ہے۔ شاگردوں کو آگے بڑھانے کا وصف آپ میں نمایاں تھا۔

درجۂ عربی اول مکمل برسوں تک آپ کے پاس رہا ہے۔ علم الصیغہ کے تو گویا حافظ تھے، آگے آپ کے مرض الوفات کے احوال میں اس کے متعلق ایک واقعہ ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مدرسہ کی ذمہ داری

دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے کتب خانہ کا نظام مدتوں آپ کے پاس رہا۔ نظامت بڑی خوبی کے ساتھ سنبھالی۔ ایک ایک کتاب کی معلومات تھی۔ اگر کوئی آکر کہتا کہ فلاں کتاب چاہئے تو اپنی مسند پر بیٹھے بیٹھے ہی فرماتے تھے کہ فلاں کباٹ میں فلاں درجہ میں دائیں طرف یا بائیں طرف رکھی ہے، وہاں سے لے لو۔ سال کے اخیر میں جب طلبہ کتابیں جمع کروانے آتے تھے تو اس وقت بہت سختی فرماتے تھے۔ چھڑی لے کر بیٹھتے تھے اور جس نمبر کی کتاب کسی طالب علم کو دی گئی تھی اگر وہ دوسرے نمبر والی کتاب لے کر آتا تو پٹائی فرماتے تھے اور وہ کتاب ضبط کرکے رجسٹر سے پتہ لگاتے تھے کہ اس نمبر والی کتاب جو یہ طالب علم لے کر آیا ہے وہ دراصل کس کو دی گئی تھی؟ پھر اس کو بلاکر اس کی بھی خبر لی جاتی تھی۔

ہر کس وناکس کو کتب خانہ کی کتابیں نہیں دیتے تھے، جن کے متعلق اعتماد ہوتا اسی کو دیا کرتے تھے۔ محدث کبیر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم

اشرفیہ راندیر کے ایک جلسہ میں فرمایا تھا کہ میری ساری استعداد یہیں کے کتب خانہ سے بنی ہے، میں جب تک یہاں رہا یومیہ پانچ سو صفحات عربی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جمعہ کے دن بھی صبح صبح حضرت مفتی سعید صاحب حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر آتے اور کہتے حضرت کتب خانہ کی چابی دیجئے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزاحاً فرماتے کہ یہ چیلیا جمعہ کے دن بھی سونے نہیں دیتا، پھر چابی دے دیتے تھے۔ ایک دو بار ایسا بھی ہوا کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتب خانہ میں تشریف لائے اور کسی گوشہ میں مطالعہ شروع فرمادیا، حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ ہی نہیں چلا اور وہ تالا لگا کر چلے گئے۔

غرض! پوری امانت ودیانت کے ساتھ اس ذمہ داری کو نبھایا۔

درس وتدریس اور نظامتِ کتب خانہ کے ساتھ ساتھ امتحان کی نظامت کو بھی پوری زندگی بحسن وخوبی سنبھالا۔ کون سی کتاب کا پرچہ کب ہوگا؟ کس طالب علم کو کہاں بٹھایا جائے گا وغیرہ سارے امور حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سپرد تھے۔ ایامِ امتحان میں کسی بھی امتحان گاہ میں کبھی بھی تشریف لے آتے اور ذرا سی بھی غلطی کسی کی برداشت نہیں فرماتے تھے۔ کسی کے بھی کپڑے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چھان بین شروع فرمادیتے تھے۔ ان کے آتے ہی گویا قیامت کا سماں قائم ہو جاتا تھا۔ بڑی کڑی نظر رہتی تھی اور اگر کوئی طالب علم چوری کرتے ہوئے پکڑا جاتا تو خود ہی فوراً اس کا اخراج فرمادیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی طالب علم کبھی ایسی ناشائستہ حرکت نہ کرتا اور یہی وجہ ہے کہ ان کے دور میں طلبہ کام کے نکلے۔

دار العلوم اشرفیہ راندیر کے سابق مہتمم حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی سفر میں تشریف لے جاتے تو مدرسہ کا انتظام حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حوالہ فرماتے تھے۔ جناب حاجی اسماعیل اشرف صاحب (فرزند حضرت مولانا احمد اشرف

صاحب ووالد ماجد حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) جب حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری میں عیادت کے لئے تشریف لائے تھے تو جناب سید سعید قاضی صاحب سے کہنے لگے کہ میرے ابا جان جب سفر میں جاتے تھے تو آپ کے ابا جان ہی کو سارا کام کاج سپرد فرماتے تھے حتیٰ کہ تجوری کی چابی بھی انہیں کو دے کر جاتے تھے۔

یہ بدیہی دلیل ہے اربابِ انتظام کے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصفِ امانت ودیانت پر اعتماد کی۔

مدرسہ کی جانب سے اطراف وجوانب کے مختلف علاقے بوڈھان، ورٹھی، نوساری، عالی پور، رویدرا، پانولی، لوہارا، عمرواڑہ، گودھرا وغیرہ مقامات پر بغرض امتحانات تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ

ویسے تو اکیاون سالہ تدریسی دور میں بے شمار طلبہ نے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا مگر کچھ شخصیات قابل ذکر ہیں۔

(۱) بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

(۲) حضرت شیخ مولانا یعقوب صاحب سارودی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث دار العلوم کنتھاریہ بھروچ)

(۳) داعی الی اللہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولہ دامت برکاتہم

(۴) لسان التبلیغ حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم

(۵) مبلغ کبیر حضرت مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ان پانچوں پر حضرت قاضی صاحب کو بیحد اعتماد تھا۔فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ پوچھیں کہ کیالایا تو عرض کروں گا کہ لایا تو کچھ نہیں مگر دو شیخ اور تین داعی چھوڑ کر آیا ہوں۔(محمود الفتاویٰ :۱/۸۰،۸۱)

(۶) استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی مصلح الدین صاحب بڑودوی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) حضرت مولانا قاسم صاحب (استاذ الاساتذہ دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر)

(۸) حضرت مولانا قاری اسماعیل صاحب سمنی رحمۃ اللہ علیہ

(۹) حضرت مولانا اسماعیل اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ (سابق استاذ دار العلوم اشرفیہ راندیر)

(۱۰) حضرت مولانا قاری ایوب صاحب مدنی (سابق استاذ تجوید دار العلوم اشرفیہ راندیر)

(۱۱) حضرت مولانا ابو اویس یعقوب بھڑکودروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق استاذِ حدیث دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر)

(۱۲) حضرت مولانا یعقوب اشرف راندیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر)

(۱۳) حضرت مولانا عباس صاحب ڈڈھالوی دامت برکاتہم (سابق استاذ دار العلوم اشرفیہ راندیر و حال استاذ حدیث دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ)

(۱۴) حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر)

(۱۵) حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب دامت برکاتہم (استاذ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر)

(۱۶) حضرت مولانا یونس صاحب لوہاروی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث مفتاح العلوم تراج)

(۱۷) حضرت مولانا الیاس صاحب لوہاروی دامت برکاتہم (استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم

الدین ڈابھیل)

(۱۸) حضرت مولانا مفتی اکرام الدین صاحب پاتوڑوی دامت برکاتہم (استاذ الحدیث دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر)

(۱۹) حافظ سید مرغوب احمد صاحب (فرزند حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(۲۰) مولانا سید خلیل احمد صاحب راندیری (فرزند حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ و استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت)

(۲۱) حضرت مفتی اسلم صاحب دڈھالوی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ ابو ہریرہ کوسمبا)

(۲۲) حضرت مفتی اسماعیل صاحب لوہاروی دامت برکاتہم (استاذ الحدیث دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر)

(۲۳) حضرت مولانا خالد صاحب مہاراشٹری دامت برکاتہم (استاذ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر)

(۲۴) حضرت مولانا اقبال پٹیل زمزم صاحب (رفیق درس حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب ورکن چاند کمیٹی راندیر)

(۲۵) حضرت مولانا شعیب صاحب لوہاروی دامت برکاتہم (صدر مدرسہ اسلامیہ وقف، صوفی باغ، سورت)

(۲۶) حضرت مفتی سید نصیب الدین صاحب (استاذ مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت)

یہ تو چند نام ذکر کئے گئے ہیں ورنہ آپ کے تلامذہ کی تعداد تو ہزاروں میں ہے۔

اندازِ تدریس

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس کے متعلق ایک اہم بات بتلائی داعی الی اللہ

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب زید مجدہم نے۔ حضرت مولانا لاٹ صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ میں نے پورا عربی اول حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھا ہے۔ میزان و منشعب میں آپ کا انداز نرالا تھا۔ قرآن پاک کے ایک دو صفحے متعین فرما دیتے اور فرماتے کہ ان صفحات میں جتنے افعال آئے ہیں ان کے صیغوں کی وضاحت لکھ کر لاؤ۔ حضرت کے اس انداز نے بڑا نفع پہونچایا۔ میں دار العلوم اشرفیہ سے جب ندوہ گیا تو وہاں بھی یہ چیز نہیں دیکھی۔

دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر

دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر خطۂ گجرات میں اولین درسگاہ ہے جس کے بانی جناب مرحوم حاجی اسماعیل محمد اشرف صاحب راندیری ہیں، جنہوں نے اسے ۱۲۸۶ھ میں قائم کیا تھا۔ مرحوم بیوپاری اور تجارت پیشہ شخص تھے۔ مرحوم اس وقت کلکتہ میں تجارت کر رہے تھے۔ چونکہ فطرت اسلامی اور دینی جذبہ سے معمور تھے۔ وہاں مرحوم کو ایک عظیم المرتبت محدث کی صحبت نصیب ہوئی جس کے علمی فیوض و برکات سے سارے ہندوستان کا گوشہ گوشہ متنفع ہو رہا تھا یعنی حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بسلسلۂ درس حدیث کلکتہ میں مقیم تھے۔ حاجی اسماعیل اشرف صاحب کو ایسے بڑے محدث سے نہ صرف محبت بلکہ شاگردی کا بھی شرف حاصل تھا اس لئے مرحوم نے گجرات میں ایک دینی درس گاہ کا احساس کر کے اپنے وطن راندیر میں حضرت شیخ کے اشارہ سے دار العلوم اشرفیہ قائم کیا۔ اور مجاہد فی سبیل اللہ مولانا لیاقت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شیخ محمد فاضل صاحب مفسر سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے دار العلوم کا افتتاح ہوا، مگر مولانا سلیمان صوفی لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے تھے کہ دار العلوم اشرفیہ کی بناء کا قصد مدینہ طیبہ میں حضرت شاہ اسحٰق صاحب دہلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اشارہ سے ہوا تھا۔ دار العلوم اشرفیہ کے مدرس اول مولانا برکت اللہ صاحب سورتی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کا سلسلۂ اسانید بھی

حضرت مولانا محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتا تھا۔

قیام مدرسہ کے ایک عرصہ کے بعد ۱۹۲۵ء میں حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ کو اس پاکیزہ شجر کی آبیاری سپرد ہوئی۔ الحمد للہ موصوف کے دور اہتمام میں دارالعلوم کو چار چاند لگے اور جو ترقی ہوئی وہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔ دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے متعلق بلبل گجرات حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ یہ اشعار فرمائے تھے۔

گجرات بھر میں شہرہ ہے تیرا سب سے پہلا	دین متین کی خدمت تیرا قدم ہے پہلا
مرحوم بانیوں نے ایک پودا لگایا	مولانا احمد اشرف نے گلستان بنایا
یہ شاندار عمارت اس کی ہے کیا نرالی	گنبد بھی خوبصورت کیسا بنا ہے عالی
پانی پلا پلا کر حضرت نے اس کو سینچا	شہرت ہوئی جہاں میں دل اسنے سب کا کھینچا

(مستفاد از سالانہ رپورٹ ۱۴۳۵ھ برموقع ایک سو پچاسواں اجلاس)

جنات کا پڑھنا

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند جناب سید سعید احمد سلمہ کا بیان ہے کہ ہم اپنے پرانے مکان میں تھے۔ میں اوپر کی منزل پر ابا جان کی چارپائی کے قریب بستر لگا کر سویا تھا کہ اچانک رات کے قریب ڈھائی تین بجے آواز آنے لگی، میں اٹھ کر بیٹھ گیا تو چارپائی کے آس پاس سے کسی کی تلاوت کی، کسی کی ذکر کی تو کسی کی حدیث شریف پڑھنے کی آواز آرہی تھی اور ابا جان اپنی چارپائی کے درمیان بیٹھے تھے۔ میں نے گھبرا کر پوچھا ابا جان! یہ کیسی آواز ہے؟ فرمایا تو نے سنی؟ کہا ہاں! فرمایا سو جا سو جا، کس نے کہا تجھے کہ تو اٹھ کر سنے۔ کافی دیر تک وہ آواز آرہی تھی۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصلاحی تعلق

کامیاب انسان وہ ہے جو شریعت کے ساتھ طریقت کے دامن سے بھی جڑا ہو۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصلاحی ربط و تعلق شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ راندیر بڑی مسجد میں یا دار العلوم اشرفیہ میں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کے ساتھ جناب عبد الوہاب خان صاحب کے والد جناب محمد خان صاحب بھی بیعت ہوئے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے معمولات پر بڑی پابندی سے عمل کرنے والے تھے۔

سرزمین راندیر میں اُس وقت علماء کی جماعت میں سے پانچ حضرات ایسے تھے جو شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اسماعیل صاحب موٹا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ تمام حضرات اگرچہ مروجہ تصوف میں مشغول نہیں تھے مگر حاصلِ تصوف انہیں نصیب تھا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نظام الاوقات کے بڑے پابند تھے۔ سفر ہو یا حضر، بیماری ہو یا تندرستی، سردی ہو یا گرمی، خوشی کا موقع ہو یا غمی کا مگر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا تھا۔ روزانہ صبح ساڑھے تین بجے بیدار ہو جاتے پھر اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر نوش فرماتے اور پھر اپنے رب کی عبادت اور آہ وزاری میں مشغول ہو جاتے۔ فجر کی اذان ہوتے ہی مسجد تشریف لے جاتے۔ فجر کی نماز کے بعد ناشتہ سے فراغت پر

مدرسہ تشریف لے جاتے۔ گرمی کے زمانہ میں بندہ نے کئی مرتبہ دیکھا کہ جب مدرسہ کے وقت میں دیر ہوتی تو ناشتہ سے فراغت کے بعد اشراق اور صلوۃ التسبیح بھی پڑھتے۔ نہ کبھی آپ کی اشراق کی نماز فوت ہوئی، نہ چاشت کی، نہ اوابین کی نہ تہجد کی، نہ کبھی صلوۃ التسبیح فوت ہوئی۔ روزانہ ایک منزل تلاوت قرآن کا معمول تھا۔ عصر کے بعد اپنے والدین کی قبر پر حاضری دینے کا معمول بھی کبھی فوت نہیں ہوا۔ بندہ نے بڑے غور سے یہ بات دیکھی ہے کہ اگر کبھی عصر کے بعد کچھ کام ہوتا مثلاً کہیں نکاح پڑھانا ہوتا تو اپنے اس معمول کو عصر سے پہلے ہی پورا کرلیا کرتے تھے۔ مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد سورۂ واقعہ کی تلاوت کا معمول بلا ناغہ رہا، اس کے بعد اپنے نواسوں اور پوتوں پوتیوں کے لئے کچھ نہ کچھ چیزیں چاکلیٹ، بسکٹ وغیرہ لے کر آتے۔ عشاء کے بعد اپنے دعائیہ معمولات کو بڑی پابندی سے پورا کرکے فوراً سوجایا کرتے تھے۔

جمعہ کے دن ناخن تراشنا، سرمہ لگانا، عطر لگانا اور عمدہ لباس زیب تن کرکے عمامہ باندھ کر اول وقت میں مسجد میں حاضر ہوکر صلوۃ التسبیح، سورہ کہف اور درود شریف میں مشغول ہونا اور صف اول میں حاضری کے ساتھ نماز پڑھنا ایسا عمل رہا کہ جو مدتوں میں کبھی فوت نہ ہوا۔ پنج وقتہ نمازوں میں بھی صف اول میں مکبر کے پڑوس میں حاضری کا آپ کا برسوں معمول رہا۔

رمضان المبارک میں تلاوت کا معمول عام دنوں کی تلاوت سے بڑھ جایا کرتا تھا۔ سارا دن قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف رہتے۔ غالباً یومیہ دس پاروں کی تلاوت کا معمول تھا۔ رمضان المبارک میں پوری زندگی افطار کا معمول اپنے خسر حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے تعلق ومحبت کا لازمی وفطری نتیجہ اس کی کتاب سے عشق و

محبت ہے۔ جس کو خدا سے جتنی نسبت حاصل ہوتی ہے اسی کے بقدر اس کی کتاب سے شغف ہوتا ہے۔ عشاق کو جب محبوب کا وصال نصیب نہیں ہوتا تو اس کے کلام اور نام ہی سے تسلی ولذت حاصل کرتے ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مسافر نے مجنون کو اپنے غم کے بیابان میں تنہا بیٹھا ہوا دیکھا درانحالیکہ ریت کاغذ تھی اور انگلیاں قلم، یعنی وہ اپنی انگلیوں سے ریت پر کچھ لکھ رہا تھا۔ اس مسافر نے کہا اے عاشق! یہ کیا ہے؟ اور کس کے نام یہ خط لکھ رہے ہو؟ مجنون نے کہا:

گفت مشق نام لیلیٰ می کنم	خاطر خود را تسلی می دہم

میں لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں اور اپنے دل کو اسی سے تسلی دے رہا ہوں۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاک قلب میں عشق الٰہی کی جو قندیل روشن تھی اس کا روغن آپ تلاوتِ کلام ہی سے حاصل فرماتے تھے۔ قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کا ذکر بکثرت ہونے لگتا ہے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ حافظِ قرآن نہیں تھے مگر تلاوتِ کلام سے غایت درجہ کا لگاؤ تھا۔ یومیہ ایک منزل کا معمول برسوں رہا۔ جمعہ کو کلام پاک شروع فرماتے اور جمعرات کے دن مغرب سے پہلے ختم فرماتے تھے۔ رمضان المبارک میں یومیہ دس پاروں کی تلاوت کا معمول تھا۔ بیماری کے ایام میں جب دماغی توازن صحیح نہیں تھا اس وقت بھی تلاوتِ کلام اکثر و بیشتر زبان پر جاری رہتی تھی۔ ختم قرآن پر خوب دعاء فرماتے تھے۔ آپ کی کثرتِ تلاوت کو دیکھ کر حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے پہلا عالم دیکھا ہے جو اتنی کثرت سے تلاوت کرتا ہو۔

ایک مرتبہ تو مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں تک فرمادیا کہ تم مجھے ایک بار پورا قرآن سنادو میں تمہیں حفظ کی سند دے دوں گا۔ آپ کے فرزند

مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ میں کبھی کبھار اپنا سبق یاد کرنے بیٹھا ہوتا اور والد صاحب لیٹے ہوتے اور مجھ سے کچھ بھی پڑھنے میں غلطی ہوتی تو فوراً ٹوکتے تھے کہ تو نے ایسا پڑھا ہے، دھیان سے دیکھ کیا ہے؟

رمضان المبارک میں تراویح میں جب حافظ صاحب سے غلطی ہوجاتی تو اس وقت نہیں بتلاتے تھے مگر فراغت کے بعد فوراً حافظ صاحب کو پکڑتے اور فرماتے کہ تو نے ایسا پڑھا ہے، کل درست کرلینا۔

ایک دلچسپ واقعہ

راندیر میں ایک بڑے میاں تھے جو اکثر مسجد کے اوٹے پر بیٹھے رہتے تھے۔ یکسوئی کی زندگی گزارتے تھے اور ایک ہی مشغلہ تھا ہمہ وقت مسجد کے اوٹے پر بیٹھ کر گپ شپ میں وقت ضائع کرنا۔ ایک مرتبہ ان کی اسی دوران کسی سے لڑائی ہوگئی اور اتفاق سے کہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں پورا وقت یہاں بیٹھ کر ضائع کرتے ہو؟ کبھی اللہ کا کلام بھی پڑھ لیا کرو۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے	پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ اب انہوں نے کلامِ پاک کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور ہمہ وقت تلاوتِ کلام میں مشغول رہنے لگے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی وہ ایک عرصہ تک بقید حیات رہے۔ ایک مرتبہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب زید مجدہم سے وہ بڑے میاں ملے تو کہنے لگے کہ تمہارے والد صاحب نے مجھے کلامِ پاک پڑھنے کی تاکید کی تھی، الحمد للہ اس وقت سے لے کر اب تک ۷۵۰ سے زیادہ مرتبہ کلامِ پاک ختم کرچکا

ہوں۔

یہ واقعہ مجھ کو حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب زید مجدہم نے سنایا تو عرض کیا نصیحت کا اتنا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب کہ نصیحت کرنے والا خود اس پر عامل ہوتا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کلام اللہ شریف کی تلاوت سے انتہائی درجہ کا عشق تھا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عشقِ نماز

حدیث شریف میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بتلایا ہے اور اس کو دینِ اسلام کی اساس و بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز کے بڑے پابند تھے اور کبھی آپ کی نماز فوت نہیں ہوئی سوائے بیماری کے ایام کے جب کہ تکلیف بہت بڑھ گئی تھی۔ ہمیشہ اذان ہوتے ہی بلکہ اذان سے پہلے ہی مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ صفِ اول کی پابندی تو ایسی کہ پوری زندگی مکبر کے پڑوس میں ہی نماز ادا فرمائی۔ مدتوں تک آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی بڑا اہتمام رہا۔ پوری زندگی تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کا اہتمام رہا، بلکہ روزانہ بلا ناغہ صلوۃ التسبیح کا اہتمام بھی رہا۔ اسی طرح روازانہ صلوۃ التوبہ اور صلوۃ الحاجۃ کا بھی اہتمام رہا۔ اپنے رشتہ دار، متعلقین حتیٰ کہ محلہ والوں کی حفاظت کے لئے بھی نفل نماز پڑھتے تھے۔

حدیث شریف میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل بتلایا گیا کہ جب کوئی سخت امر پیش آتا تو آپ نماز کی طرف فوراً متوجہ ہو جاتے تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل پر حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خوب عمل کرتے ہوئے پایا۔ ۱۹۹۸ء میں جب سیلاب آیا تھا تو آپ کو اکثر مصلیٰ پر پایا گیا۔ ایسے مواقع میں حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کثرتِ نوافل اور رقت آمیز دعاؤں

میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تعلق بالمساجد

بلاشبہ مساجد اللہ رب العزت کو بے حد پیاری ہیں اور روئے زمین پر عند اللہ سب سے بہترین جگہیں ہیں۔ مساجد میں پڑے رہنے والے اور ان سے قلبی تعلق رکھنے والے کل قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کا رشتہ مساجد سے ایسے ہوتا ہے جیسے مچھلی کا پانی سے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اخیر دم تک انہوں نے اپنے آپ کو مساجد سے جوڑے رکھا۔ حظیرہ بڑی مسجد کی تو خوب خدمت ونگرانی کی۔ مسجد کی آمدنی کا حساب وکتاب بھی رکھا اور حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غیر حاضری میں امامت بھی کی۔ مزاحی طبیعت کے حامل ہونے کی وجہ سے جب کبھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سفر درپیش ہوتا اور والد صاحب ان سے نماز کے متعلق عرض کرتے تو فرماتے آپ جاؤ، یہ قاری عبد الباسط ہے نا، سب سنبھال لے گا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فیاضی وسخاوت

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فیاضی اور سخاوت بڑی عجیب تھی۔ افلاس اور تنگی کے دور میں بھی آپ کی فیاضی عام تھی۔ غرباء، فقراء اور سائلین کو کبھی آپ نے رد نہیں کیا۔ یہاں کے محاورے میں اس کو تعبیر کیا جاتا ہے بند مٹھی سے کہ بند مٹھی سے آپ نے کئی لوگوں کی مدد کی ہے ،جس کو حدیث پاک میں فرمایا کہ قیامت کے دن محشر کے سخت ترین حالات میں جو سات خوش نصیب بندے عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک وہ بندہ ہوگا جو اپنے داہنے ہاتھ سے ایسے خفیہ طور پر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ بھی نہ چلے کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ کئی

مرتبہ لوگ آپ سے قرض کے نام پر رقمیں لے جایا کرتے تھے اور بعد میں ادا نہیں کرتے مگر قاضی صاحب نے کبھی ان سے مطالبہ نہیں کیا بلکہ انہیں معاف کیا ہے۔ آپ کے بستر کے نیچے پیسے پڑے رہتے تھے، اس کو گن گن کر رکھنے کی عادت نہیں تھی۔ جو بھی امداد کے لئے آیا تو بستر اٹھا کر کچھ رقم نکال کر اس کو دے دیتے تھے۔ غرض! دنیا سے اجنبیت کا معاملہ کر رکھا تھا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزاح

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں مزاح غالب تھا۔ اور آپ کے مزاح کے بڑے عجیب وغریب واقعات بھی ہیں۔ مگر مزاحی طبیعت کے حامل ہونے کے باوجود آپ کے معمولات اور اللہ رب العزت کی عبادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ مزاحی طبیعت کی وجہ سے قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شخصیت اور مقام فنا کر دیا تھا اور کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیا تھا اور نہ وہ تعلق مع اللہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

مزاح کا ایک انوکھا واقعہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزاح کے واقعات تو بڑے عجیب وغریب ہیں مگر ہم صرف ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔

ایک صاحب تھے جو حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے تکلف رہتے تھے اور ان سے مذاق کیا کرتے تھے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ تیرا نکاح ہونے دے اس دن میں تجھے بتاؤں گا۔ وہ کہنے لگے کہ آپ سے کچھ نہیں ہوگا۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا! دیکھ لینا۔ جب ان صاحب کے نکاح کا وقت آیا تو حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ساتھ دو پان منہ میں رکھے اور جیسے ہی وہ دولہے میاں تشریف لائے تو ان کے سفید کپڑوں پر پان کی پیک اڑائی اور فرمایا بتا! میں کچھ کرسکتا ہوں یا نہیں؟ بیچارے دولہے

میاں کوفوراً جا کر دوسرے کپڑے بدلنے پڑے۔مگر کمال کی بات یہ تھی ان سب کے باوجود وہ اخیر تک حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محبین میں سے رہے۔

نکاح کے وقت اپنے ساتھ ایک بند قلم رکھتے تھے اور وہ دولہے کو رجسٹر میں دستخط کے وقت دیتے۔اب بیچارہ دستخط کرتا تو قلم چلتی نہیں تو اپنا مخصوص جملہ کہہ کر فرماتے تیری قلم تو یہیں بند ہوگئی۔کبھی کبھار سوئی رکھتے اور وہ دورانِ نکاح دولہے کو چبھاتے،وہ اچھلتا تو فرماتے کہ یہاں تو سیدھا بیٹھ۔

غرض!مزاحی طبیعت کی وجہ سے بہت سے لوگ آج بھی انہیں یاد کرتے ہیں،فخر سے کہتے ہیں کہ میرا نکاح تو قاضی ماما نے پڑھایا تھا۔

چھوٹوں کے ساتھ چھوٹا بن کر اور بڑوں کے ساتھ بڑا بن کر رہتے تھے۔ہم بچے جب شام میں کرکٹ کھیلتے تھے اور حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے اپنی عادت کے مطابق بہت جلد تشریف لے جاتے تو بیٹ جس کے پاس بھی ہوتا اس کے پاس لے کر دو چار بول کھیل کر ہی جاتے تھے۔ان کے آنے سے بچوں کے کھیلنے کا لطف دوبالا ہوجایا کرتا تھا۔بچے جب فٹ بال کھیلتے تھے اور حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تو ایک لات تو ضرور مار کر جاتے تھے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

حدیث شریف میں ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مقامِ رفعت عطاء فرماتے ہیں۔حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ وصف اللہ رب العزت نے کوٹ کوٹ کر رکھا تھا۔تواضع وعبدیت آپ میں بہت غالب تھی۔نہ اپنے آپ کو مانتے تھے اور نہ منواتے تھے۔یہی چیز تصوف کا لب لباب اور خلاصہ و

نچوڑ ہے۔ کبھی اپنے آپ کو بڑا سمجھا ہی نہیں، بلکہ اپنے چھوٹوں کو ہمیشہ آگے بڑھایا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صبر

صبر ایک قیمتی وصف ہے۔ حدیث شریف میں بھی اس کو نصف الایمان قرار دیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس جوہر سے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو متصف فرمایا تھا۔ زندگی کے آخری دور میں جب کہ کینسر کے موذی مرض میں آپ مبتلا تھے اس وقت بھی آپ کا صبر مثالی تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہم کا بیان ہے کہ ہم ابا جان کو کیموکرانے کے لئے اسپتال لے کر گئے تھے، تکلیف ایسی تھی دیکھ کر ہم برداشت نہیں کر پارہے تھے مگر ابا جان سب کچھ برداشت کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا ابا جان! تکلیف ہو رہی ہے؟ فرمایا بیٹا! اب بیماری بھی ایسی ہے تو تکلیف تو ہوگی نا؟ مگر تکلیف کا اظہار کبھی زبان سے ہونے نہیں دیا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شکرِ الٰہی

صبر اور شکر پرندوں کے دونوں پر کی طرح ہیں۔ مؤمن صادق ان دونوں پروں سے ہی پرواز کرتا ہے اور مقامِ عروج کی سیر کرتا ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی زندگی پر از مشقت اور نہایت تنگی میں گزری مگر کبھی شکوہ زبان پر نہیں آیا۔ نہ کبھی کسی سے سوال کیا اور نہ کسی کے استفسار پر اپنی عسرت وتنگی کا اظہار کیا، بلکہ ہمیشہ جواب یہی ہوتا کہ اللہ کا مجھ پر بڑا فضل ہے، مجھے کسی چیز کی آپ سے ضرورت نہیں۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صدق وتوکل

اللہ تعالیٰ اپنے مخلص وخاص بندوں کو اس دنیا میں جن باطنی دولتوں سے نوازتے ہیں ان میں سے ایک عظیم ترین نعمت ودولت توکل ہے۔ توکل کا مطلب ہے کہ بندہ اسباب کی تاثیر سے قطع

نظر کر کے ہر کام کو خدا کے حوالے کر دے۔ تو کل کی بنیاد تو حید ہے، جس قدر تو حید راسخ ہو گی اسی قدر توکل کا حلقہ مضبوطی کے ساتھ ہاتھ میں ہو گا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا توحید و توکل شروع ہی سے کامل تھا۔ خود تو نہ زمیندار تھے نہ رئیسوں میں شمار ہوتے تھے مگر نہ معلوم کتنے گھرانے ایسے تھے جن کی امداد بند مٹھی کیا کرتے تھے۔ مرتے دم تک اس پر پردہ ہی پڑا رہا، بعد میں معلوم ہوا کہ فلاں فلاں متعلقین آپ کے وظیفہ پر پل رہے تھے۔ یہ سب کچھ آپ کے توکل علی اللہ اور صدق کی برکات تھیں۔

صدق کا عالم تو یہ تھا کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے کہ ابا جان مرحوم اتنے مخلص اور بے نفس تھے کہ کبھی انہوں نے سیاست کو جانا ہی نہیں۔ قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ ولی ہے، انہوں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔ انہوں نے ظرافت میں ولایت کو چھپایا تھا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اکرام ضیف

حدیث شریف میں فرمایا کہ ''جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔''

اسی حدیث کے پیشِ نظر اولیاء کرام کے یہاں ہر دور و ہر زمانہ میں مہمان کے اکرام و ضیافت کا عام معمول رہا ہے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول بھی یہی تھا کہ مہمان کی آمد سے لے کر واپسی تک اس کی راحت رسانی کی تمام چیزوں کی فکر فرماتے تھے، بازار سے سامان خود لا کر دیتے تھے۔ مہمان کی آمد سے پہلے ہی منتظر رہتے تھے اور ملاقات پر انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔

دہلی سے جب کبھی حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم تشریف لاتے تو اکثر

اپنے استاذِ محترم حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے آتے۔ حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم بھی وقتاً فوقتاً حاضرِ خدمت ہوتے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام مہمانان کا غایت درجہ کا اکرام فرماتے، چائے یا شربت نوشی کے بغیر کسی کو روانہ نہیں کرتے۔ خصوصی مہمان کے لئے کھانے کا بھی انتظام فرماتے تھے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور زہد وورع

اہل اللہ کے تذکرۂ حیات کا سب سے جلی ونمایاں عنوان ہے ''زہد وورع''۔ زہد وورع کا مطلب ہے دنیا کی چیزوں سے بے رغبتی اور اعراض نیز یہ یقین کہ تمام تر دنیا فانی و ناپائدار ہے اور آخرت اس کے مقابلہ میں ابدی ودائمی ہے۔ یہی انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا اصل موضوع ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقیقی معنیٰ میں زاہد اور تارک الدنیا تھے۔ اسباب تعیش مہیا ہونے کے باوجود بھی دنیا سے بالکل الگ رہتے تھے۔ ایک ایسا آدمی جس نے چند انجمنوں جتنا کام کیا، جس کے اشارہ پر ہر چیز مہیا ہو سکتی تھی، مگر اپنے آرام کے لئے کبھی کوئی کمرہ پسند نہیں کیا۔ مکان کے ایک گوشہ میں ایک چارپائی یہی آپ کی کل کائنات تھی۔ اسی چارپائی پر سونا، اسی پر تلاوت، اسی کے پاس نوافل، اسی پر مہمانوں سے ملاقات۔ وقت ہوتے ہی کھالیا اور وقت ہوتے ہی سو گئے اور وقت ہوتے ہی بیدار ہو کر معمولات میں لگ گئے۔ اپنے کام سے مطلب رکھا اور دوسروں کے کام میں کبھی دخل اندازی نہیں کی۔ بلا مبالغہ آپ زہد وورع کی تصویر مجسم تھے۔

اسی زہد فی الدنیا کا اثر تھا کہ آپ نے کبھی عمدہ عمدہ کپڑوں اور لذیذ کھانوں اور سامانِ آسائش کا اہتمام نہیں کیا۔ بیش قیمت کپڑوں کو بھی زیب تن فرمایا اور معمولی لباس کو تو ہمیشہ ترجیح

دی۔ عمدہ کھانا دستر خوان پر آیا تو خود شوق سے کھانے کے بجائے دوسروں کو شوق سے کھلایا اور معمولی سالن کو بھی بخوشی تناول فرمایا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اہتمام طہارت

حدیث شریف میں طہارت کو نصف الایمان قرار دیا گیا ہے۔ متعدد روایات میں اس کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طہارت کے باب میں انداز نرالا تھا۔ غایت درجہ کا ہتمام فرماتے تھے۔ ہمیشہ باوضو رہنا ان کی خصلت تھی۔ لباس اگرچہ سیدھا سادہ مگر صاف ستھرا رہتا تھا۔ پان چبانے کی عادت تھی مگر پان کی پیک کے اثرات بدن یا کپڑے پر نمایاں نہیں ہوتے تھے۔ سرمہ اور خوشبو کا استعمال بہت شوق سے فرماتے تھے۔ ہر جمعہ اپنی مونچھیں درست کرنے اور ناخن تراشنے کا معمول تھا۔ اپنے مکان کے اوٹے پر بیٹھ کر ناخن تراشنے کا منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فکر آخرت

اہل اللہ کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ رات کے اخیر حصہ میں عبادات کا لطف اٹھاتے ہیں۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس معاملہ میں بڑے پابند تھے۔ ساڑھے تین بجے بیدار ہو کر اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر نوش فرماتے اور پھر تہجد میں مصروف ہو جاتے تھے۔ وتر ہمیشہ تہجد کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ ان سب سے فراغت کے بعد طویل دعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی دعائیں نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے خاندان کے ایک ایک فرد کا نام لے لے کر حتیٰ کہ اپنے محلہ والوں کے بھی نام لے کر ہوا کرتی تھی۔ خوب آہ وزاری کے ساتھ رقت آمیز دعائیں فرماتے تھے۔ نماز سے قبل بھی اگر کچھ وقت باقی رہتا تو دعاؤں میں مشغول ہو جاتے تھے اور

آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اتباع سنت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع ہی میں دارین کی کامیابی اور اخروی نجات و فلاح کا راز مضمر ہے۔ یہی وہ خوبی ہے جو بندہ کو دنیا کی پستی سے اٹھا کر خدا کے قرب و رضا کے بلند آشیانہ پر پہونچاتی ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع میں گزری۔ آپ کے چہرے سے، لباس سے، ایک ایک ادا سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت محسوس ہوتی تھی۔ نماز میں قراءۃ مسنونہ کا اہتمام، اوقات مخصوصہ میں مسنون سورتوں کا اہتمام، وضو کے وقت مسواک کا اہتمام اخیر تک رہا۔ کسی سے ملاقات کے وقت ابتداء بالسلام کی سنت اور ہر کسی کی خیریت دریافت کرنا آپ کا وصفِ خاص تھا۔ مریض کی عیادت کی سنت پر تو عجیب عمل تھا۔ جہاں کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ فلاں بیمار ہے تو فوراً اس کے احوال دریافت فرماتے اور وقت ملتے ہی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

تو جلی تو نہیں؟

اللہ رب العزت کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے باطن کی صفائی وقلب کی جلاء ایسی ہوتی ہے کہ مختلف چیزیں ان کے قلوب پر منعکس ہو جاتی ہیں۔ بلا شبہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلب کی صفائی کا عالم بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ ایک واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ ایک مرتبہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ سے قریب ساڑھے دس بجے اچانک گھر تشریف لائے اور اپنی چھوٹی بہو (جناب سید سعید احمد سلمہ کی اہلیہ) سے پوچھا کہ تو جلی تو نہیں؟ کہا نہیں۔ اس وقت گیس میں اچانک بھڑکا ہو گیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ بہو نے تعجب سے پوچھا کہ آپ تو

مدرسہ میں تھے، آپ کو کیسے معلوم؟ فرمایا کہ مجھے بیٹھے بیٹھے کچھ غنودگی آئی، اس حالت میں میں نے دیکھا کہ گھر میں آگ لگی ہے اور تو جلنے کے قریب ہے۔ میری آنکھ کھل گئی تو میں نے فوراً صدقہ دیا اور یہاں تجھے دیکھنے چلا آیا۔ واقعی صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ پھر حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس پیدل مدرسہ چلے گئے جب کہ چھٹی کا وقت گیارہ بجے کا تھا۔ ایک طرف مدرسہ کے اوقات کی بھی پابندی اور دوسری طرف اہل خانہ کا بھی خیال، واقعی یہ ایسی خوبی ہے جو ہم سب کے لئے قابلِ تقلید ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غرباء سے ہمدردی

انبیاء کرام علیہم السلام سے سب سے پہلے وابستہ ہونے والا طبقہ غرباء وفقراء کا ہی ہوتا ہے۔ میراثِ انبیاء کے طور پر حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ وصف خوب ملا تھا۔ ان کا زیادہ تر اٹھنا بیٹھنا، ملنا جلنا غرباء سے ہی تھا۔ اس طبقہ سے آپ کو ازحد لگاؤ تھا۔

سبق آموز واقعہ

ایک مرتبہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ سورت کے لوکھات اسپتال میں بھرتی تھے۔ حیدرآباد سے آپ کے فرزند حافظ رشید احمد سلمہ اور بیٹی فاطمہ بیگم سلمہا عیادت کے لئے آئیں۔ یہ دونوں حضرات شام سوا چار بجے سورت ریلوے اسٹیشن سے سیدھے اسپتال گئے۔ عشاء کے قریب یہ دونوں اپنا سامان لے کر راندیر جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ اسپتال کے باہر ایک رکشہ والا مل گیا اور اس سے کہا کہ ہمیں راندیر جانا ہے۔ اس نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہ دونوں رکشہ میں بیٹھ گئے، وہ سیدھا مکان پر لے آیا حالانکہ انہوں نے یہ نہیں بتلایا تھا کہ راندیر میں ہمیں کہاں جانا ہے۔ جناب حافظ رشید احمد سلمہ نے کہا کہ بھائی! تمہیں کیسے پتہ کہ ہمیں یہیں آنا تھا؟ وہ کہنے لگا کہ ہاں! میں تمہیں جانتا ہوں، اور تمہارے والد قاضی ماما نے ہی مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان

بنایا تھا۔ اس نے کرایہ بھی نہیں لیا اور بتلایا کہ فلاں جگہ رہتا تھا اور کاٹھیاواڑی ہندو تھا، تمہارے ابا نے مجھے اسلام میں داخل کیا تھا۔

یہاں سوال ہوتا ہے کہ آخر ایک غریب قسم کے معمولی انسان پر حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کا اتنا اثر کیسے ہوا؟ یقیناً یہی جواب ہوگا کہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس غریب پر شفقت ومحبت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک۔ یہی وہ خوبی ہے جس نے اس کو اسلام کی دولت سے سرفراز کیا۔

اسی طرح ایک باورچی کے پاس خود کے برتن نہیں تھے۔ وہ کرایہ پر مسجد کے برتن لیا کرتا تھا۔ حظیرہ بڑی مسجد راندیر میں برتنوں کے کرایہ کی آمدنی کا حساب مدتوں تک حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہا۔ آپ اس باورچی کے کرایہ کی رقم پر نظر رکھتے تھے۔ ایک دن اس سے فرمانے لگے کہ تو اتنا اتنا کرایہ ادا کرتا ہے، اس سے تو اچھا ہے کہ تو اپنے ذاتی برتن خرید لے۔ وہ کہنے لگا میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں سے رقم کا انتظام کروا کر اسے برتن دلا دئے۔ وہ آج بھی حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس احسان کو یاد کر کے آبدیدہ ہوجاتا ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خدمت خلق

مخلوق ساری کی ساری اللہ رب العزت کا کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں اشرف وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ ہمدردی ومحبت کرنے والا ہو۔ دنیا کے تمام ادیان ومذاہب میں خلقِ خدا کے ساتھ بھلائی اور حسنِ سلوک پر زور دیا گیا ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ بات نمایاں طور پر دیکھی گئی۔ جب ہم چھوٹے تھے تو اپنے بڑوں سے دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مفتی حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی

دیوبندی کے متعلق سنتے تھے کہ وہ مدرسہ جانے سے پہلے اپنے محلہ کی بیوہ خواتین کے پاس جاتے تھے اور ایک ایک کے گھر جا کر پوچھتے اور ان کی مطلوبہ چیزیں بازار سے خرید کر لا کر دیتے تھے۔ بازار سے گھر اس حالت میں تشریف لاتے تھے کہ دونوں ہاتھوں میں کئی کئی گھروں کا سودا سلف ہوتا تھا۔ بیماری کی تشخیص ہو جانے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ ان لوگوں کو مجبوراً کہنا پڑا کہ اب انہیں زحمت مت دو۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بڑوں کا اکرام

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ہمارے بڑوں کا اکرام نہیں کرتا اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے یہ وصف عطاء فرمایا تھا کہ آپ اپنے بڑوں کا انتہائی ادب و احترام فرماتے تھے۔

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ محترم حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خوبی تھی کہ وہ خود تو اونچے مقام پر فائز تھے ہی مگر علیا کے اساتذہ چاہے وہ آپ سے عمر میں کم ہوں ان کا خوب اعزاز و اکرام فرماتے تھے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور طلبہ سے ہمدردی

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کے ساتھ بڑی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے۔ جب کسی طالب علم کا کھانا بند ہو جاتا تو وہ طالب علم سیدھا آپ کے پاس پہونچتا تھا اور اپنی شکایت پیش کرتا تھا کہ میرا کھانا بند ہو گیا ہے، میں کیا کھاؤں گا؟ غربت کا دور تھا اور آج کل کی طرح کھانے پینے کے اسباب بھی فراہم نہیں تھے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی بات سن کر آبدیدہ ہو جاتے تھے اور جیب سے رومال نکال کر اسے دیتے تھے کہ اس کو میرے گھر

دے کر آ، کبھی اس سے فرماتے کہ یہ پیسے میرے گھر دے کر آ، کبھی اس کو کہتے کہ میں فلاں چابی بھول گیا ہوں اس کو میرے گھر سے لے کر آ۔ آپ کا یہ انداز تجاہل عارفانہ تھا۔ جب وہ طالب علم رومال لے کر گھر آتا تو احقر کی نانی جان مرحومہ سمجھ جاتیں کہ اس کا کھانا بند ہو چکا ہے، ایک کمرہ میں بٹھا کر اس کو کھانا کھلا دیتیں۔ قربان جاؤں اپنی نانی اماں پر کہ یہ وہ دور تھا کہ جب حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گھریلو حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ عسرت و تنگدستی کا دور تھا، اس کے باوجود نانی اماں مرحومہ خود فاقہ کر کے مہمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلاتی تھیں۔

دو دلچسپ واقعے

ایک واقعہ یہ ہے کہ دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے سابق مہتمم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ کو بکرے کی اوجھڑی بہت پسند تھی۔ ان کے گھر میں بنتی نہیں تھی۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر شوق سے کھائی جاتی تھی تو خصوصاً عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا بکرا ذبح کیا جاتا تو حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی اوجھڑی بنواتے اور ڈول بھر کر خود پیدل جا کر مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر دے آتے تھے۔ مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے کہ حضرت! آپ نے کیوں زحمت کی؟ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نرالے انداز میں فرماتے کہ چل میری ڈول خالی کر اور تیرے یہاں جو قورمہ بنا ہے وہ بھر دے اس میں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ آپ کے تلمیذِ خاص حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب زید مجدہم بیمار تھے اور سورت کے اسپتال میں بھرتی تھے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ملی تو اپنے فرزند جناب سید سعید احمد سلمہ کے ساتھ عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس مفتی خانپوری صاحب زید مجدہم نے فرمایا کہ آپ نے کیوں زحمت فرمائی؟ حضرت قاضی ماما

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں آیا ہوں تو مجھے ایک پان کھلاؤ۔ اُس زمانہ میں حضرت مفتی صاحب زید مجدہم پان کھایا کرتے تھے اور حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تو پہلے ہی سے عادت تھی۔

یہ دونوں مثالیں بدیہی دلیل ہیں استاذ وشاگرد کے لگاؤ اور آپسی تعلق کی۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور معاملات کی صفائی

بلاشبہ معاملات دین کا اہم ترین شعبہ ہے۔ اگر اس شعبہ کے حقوق کو ادا نہ کیا جائے تو برسوں کی دوستی یکدم عداوت ونفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اس پر بڑا زور دیا ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اس باب میں قابلِ تقلید تھا۔ حظیرہ بڑی مسجد میں برتنوں کی آمدنی کا حساب وکتاب برسوں آپ کے پاس رہا۔ آپ کے فرزند جناب سید سعید احمد سلمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابا جان مسجد گئے اور پھر تھوڑی ہی دیر میں مسجد سے واپس آئے تو امی جان نے پوچھا کہ آپ ابھی گئے اور پھر آ گئے تو فرمایا کہ مسجد کے دو روپے میری جیب میں رہ گئے تھے، میں اس کو اس کی جگہ رکھنے آیا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ میرے پاس رہ جائے اور میری موت آ جائے۔ مسجد کے برتنوں کی آمدنی کا حساب اتنا صاف رکھا کہ مسجد کو پیسے دینے کے نہیں بلکہ لینے کے آئے۔

اسی کے مثل ایک اور واقعہ ہے کہ جناب محمود مرزا صاحب جو امریکہ میں مقیم تھے ان کے مکانات جو کرایہ پر دے رکھے تھے ان کے حساب وکتاب کے معاملات بھی حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے تھے۔ ایک مرتبہ وہ امریکہ سے آنے والے تھے اور آپ ان کے حساب کی کاپی لے کر بیٹھے تو ایک جگہ آمدنی اور خرچ میں گڑبڑ آ رہی تھی اور دونوں رقمیں یکساں

نہیں ہو رہی تھی۔ تین دن تک حساب کی کاپی لے کر بیٹھتے رہے اور روتے رہے کہ میں ان کو کیا جواب دوں گا؟ پینتالیس ہزار کی کمی آرہی ہے، میں کہاں سے ادا کروں گا؟ بالآخر آپ کے فرزند حافظ سید رشید احمد سلمہ نے دیکھا تو عرض کیا اباجان! کیا پریشانی ہے؟ انہوں نے بتلائی تو کہا لاؤ میں دیکھوں۔ چنانچہ حافظ سید رشید احمد سلمہ نے بغور دیکھا تو پتہ چلا کہ ایک جگہ آمدنی پانچ ہزار تھی اور اس کے سامنے خرچ پچاس ہزار لکھ دیا تھا یعنی ایک صفر کا اضافہ ہو گیا تھا۔ اس معاملہ کے حل ہونے کے بعد ہی آپ نے چین کا سانس لیا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تربیتِ اولاد

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ رقیق القلب تھے مگر تربیتِ اولاد کے باب میں بڑے سخت اور اصولوں کے پابند تھے۔ حدیث پاک میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی گئی کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر کما حقہ عمل کرنے والے تھے۔ صبح فجر کی نماز کے لئے سب کو بیدار کرتے تھے اور ایک مرتبہ کی آواز پر کوئی بیدار نہ ہو تو فوراً تنبیہ الغافلین (قمچی) سے ایسی ضرب لگاتے کہ بندہ اٹھ کر فوراً چلنے لگتا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ درجۂ حفظ میں استاذ محترم نے میری خوب پٹائی کی۔ میں اوپر کتب خانہ میں اباجان کے پاس پہونچا۔ انہوں نے مجھے روتا دیکھ کر فرمایا کیا ہوا بیٹا؟ میں نے کہا کہ استاذ جی نے پٹائی کی تو اپنی گدی سے کھڑے ہوئے، میں سمجھا میری طرفداری فرمائیں گے پھر سیڑھی کے پاس آئے مجھے سمجھاتے سمجھاتے اور ایک لات زور سے ماری کہ میں نیچے گرا اور یہ فرما رہے تھے کم بخت! استاذ کی شکایت کرتا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ تربیتِ اولاد کے معاملہ میں حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انداز کیسا

تھا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اہل خانہ سے ہمدردی

اہل خانہ سے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لگاؤ عجیب وغریب تھا۔ غلطی کے موقع پر سخت اور پھر یکدم مزاج میں تبدیلی۔ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ پیار وشفقت کا معاملہ تھا؛ عمدہ سے عمدہ چیزیں لا کر کھلاتے تھے۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں اس بات کو کہ نانا مرحوم بازار سے پھل لے کر آتے تھے، پھر مجھے آواز دیتے (جب ہمارا قیام پرانے مکان میں تھا جو نانا مرحوم کے مکان کے سامنے ہی تھا) میں حاضر ہوتا تو فرماتے کہ دیکھ فلاں چیز لایا ہوں، تجھے پسند ہے نا؟ جا! فریج کھول کر لے لے، میں لے لیتا، کیا مجال تھی کہ کوئی روکتا، کیوں کہ نانا مرحوم کا تعاون مجھے حاصل تھا۔

بارش کے موسم میں مودار مچھلی (مچھلی کی ایک قسم ہے، جو بڑی لذیذ ہوتی ہے اور اس کا انڈا بھی بڑا لذیذ ہوتا ہے) دو دو، تین تین ایک ساتھ خرید کر لاتے تھے۔ نانی مرحومہ اور احقر کی والدہ پکانے میں بڑی ماہر تھیں، کبھی کبھار کیلے کے پتوں پر اس کو پکایا جاتا، جس کا ذائقہ اور بھی عمدہ ہوتا۔

۱۹۹۷ء میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ برطانیہ تشریف لے گئے۔ شعبان المعظم کا مہینہ تھا تو حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات میں ہمارے گھر تشریف لائے اور والدہ سے کہا آج میں یہاں سوؤں گا۔ والدہ نے عرض کیا آپ کیوں زحمت کرتے ہو؟ مگر وہ نہ مانے اور گھر کے ایک ایک فرد کو پڑھ کر دم کیا۔

گھر والوں میں سے جو بھی بیمار ہوتا فوراً اس کی عیادت فرماتے تھے، بلکہ دواخانے بھی خود لے جاتے تھے۔

جامع الکمالات

غرض! حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک باغ و بہار شخصیت تھی۔ بلا شبہ آپ جامع الصفات تھے۔ عفوودرگزر، حلم وبردباری، خوردنوازی، خیرخواہی، بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح معصوم وشفیق، جوانوں کے لئے بہترین ناصح، بوڑھوں کے لئے تجربات ومشاہدات کی چلتی پھرتی کائنات، عوام کے لئے ایک دردمند شخصیت تھے۔

جبینِ مبارک پر سجدہ کے نشانات، ذوقِ عبادت، شوقِ ریاضت کے غماز، چہرے کی نورانیت، نالۂ نیم شبی وآہ سحر گاہی کی علامت، خوف وخشیت کا آئینہ دار، معاملات میں احتیاط، تقوئ وطہارت کی دلیل خیرخواہانہ جذبات، مختلف مشاغل کے ساتھ ساتھ شب بیداری اور ذکرو تلاوت کے معمولات میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھے۔

بشر میں عکسِ موجوداتِ عالم ہم نے دیکھا ہے	وہ دریا ہے یہ قطرہ لیکن اس قطرہ میں دریا ہے

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عملیات

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عملیات میں عجیب صلاحیت عطاء کی گئی تھی۔ آپ نے یہ کام خالص لوجہ اللہ کیا، کبھی اسے اپنا پیشہ نہیں بنایا۔ دور دور سے لوگ اپنی پریشانیوں کے معاملہ میں آپ سے رجوع کرتے تھے اور آپ کے تعویذات سے بڑا فائدہ ہوتا تھا۔

یرقان کے مرض کا مجرب عمل آپ کے پاس تھا۔ عصر کی نماز کے بعد دور دور سے مسلمان بھی اور بڑی تعداد میں غیر مسلمین بھی مسجد کے اوٹے پر حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے مریض کا یرقان اتروانے کے لئے آتے تھے۔ بسا اوقات لمبی قطار لگتی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب ہم پرانے مکان میں تھے جو حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے سامنے ہی

تھااور مجھے یرقان ہو گیا تھا تو صبح شام پابندی سے نانا مرحوم تشریف لاتے تھے اور پانی پر یرقان کا عمل کرنے کے بعد اگلے دن اپنے ہی ہاتھوں سے وہ خود اس پانی کو پودے میں ڈال آتے تھے۔ بہت سے گھروں پر خود تشریف لے جا کر یہ عمل کر آتے تھے۔ اس سے آپ خدمت خلق کے جذبہ کو سمجھ سکتے ہیں۔

کسی کا رشتہ، منگنی وغیرہ نہ ہوتو اس کا ایک مجرب عمل آپ کے پاس تھا۔ راقم آثم کی والدہ محترمہ سلمہا بیان کرتی ہیں کہ ایک خاتون ابا جان کے پاس یہ شکایت لے کر آئی کہ میری بیٹی کا کہیں سے رشتہ نہیں آرہا ہے، میں بہت پریشان ہوں۔ ابا جان نے فرمایا جا اور ایک نئی کنگھی لے آ۔ وہ نئی کنگھی لے کر آئی تو اس کنگھی پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور کہا تیری بیٹی کو بول کہ اس کنگھی کو استعمال کرے۔ تیسرے ہی دن وہ مٹھائی کا باکس لے آئی اور کہا الحمدللہ میری بیٹی کا رشتہ آگیا ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند جناب سید سعید احمد قاضی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں سورت سے دوپہر کے وقت آیا۔ بہت تیز دھوپ تھی۔ میں گھر میں آیا تو ابا جان نے کہا سعید! یہ تعویذ لے اور جنتا نگر میں فلاں صاحب کے مکان پر دے آ۔ میں نے کہا میں بہت تھک کر آیا ہوں اور بہت تیز دھوپ ہے، تھوڑی دیر میں دے آتا ہوں۔ ابا جان نے فوراً کرتہ پہنا اور پیدل چل کر اس کے گھر جا کر دے آئے۔ جنتا نگر سوسائٹی حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان سے اچھی دوری پر ہے۔ خود پیدل گئے اور وہ بھی روزہ کے ساتھ تیز دھوپ میں۔ میں نے کہا ابا جان! آپ اتنی عجلت کیوں کرتے ہو؟ فرمایا کسی کا فائدہ ہونا شروع ہو جائے اور اسے راحت مل جائے۔

اسی طرح زوجین کے آپسی اختلافات و رنجش کی دوری کا مجرب عمل بھی آپ کے پاس

تھا۔ وبائی امراض میں دھاگے پر کچھ دم کر کے دیا کرتے تھے۔ اس فن میں مہارت اور دسترس کے باوجود کبھی آپ نے اس کو پیشہ نہیں بنایا بلکہ زہد و استغناء سے لوگوں کی خدمت ہی کو اپنی سعادت سمجھا۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب زید مجدہم کا بیان ہے ہمارے پرانے گھر کی دیوار ایک طرف سے کمزور ہو چکی تھی۔ ابا جان روزانہ رات میں اس پر ہاتھ رکھ کر دم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سفر کی وجہ سے ابا جان وہ عمل نہیں کر سکے تو اس دیوار کا کچھ حصہ باہر کی طرف سے گر گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ گھر میں کسی کو پتہ نہیں چلا، محلہ والوں نے آواز دی کہ آپ کی دیوار گر گئی مگر امی جان کا ایمان مضبوط تھا کہ ان شاء اللہ کچھ نہیں ہوگا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مقرر

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی تقریر کے میدان میں قدم نہیں رکھا اور نہ کبھی کسی نے سنا کہ آپ نے تقریر کی ہو، البتہ آپ نے پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ ایک محلہ میں تقریر کی تھی۔ راندیر آملی پورہ محلہ میں ایک خاندان بدعات وخرافات میں بہت مشہور و معروف تھا۔ وہ لوگ محرم الحرام میں تعزیہ بھی بناتے تھے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی مقبولیت سے نوازا تھا۔ آپ نے اس محلہ میں ایک تقریر فرمائی جس میں محرم الحرام سے متعلق بدعات وخرافات کو کھول کر بیان کیا اور مسنون اعمال کی ترغیب دلائی۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ اس خاندان سے تعزیہ کی رسم ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی اور وہ لوگ راہِ راست پر آ گئے۔ پھر تو یہ ہوا کہ ان کے یہاں کوئی بھی خوشی وغمی کا موقع ہوتا حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔

اس کے علاوہ ایک مرتبہ حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ عید کی نماز کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے تو راندیر حظیرہ مسجد میں حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز سے قبل بیان کیا اور خطبہ و نماز بھی پڑھائی۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت قاضی

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو راندیر کا قاضی ۱۹٦۵ء میں مقرر کیا گیا۔ آپ سے پہلے جناب محمود منشی صاحب قاضی تھے۔ اس وقت سے لے کر وفات تک مسلسل ۴۳ سال اس منصب کو بحسن وخوبی نبھایا اور ہزاروں کی تعداد میں نکاح پڑھائے۔ بحیثیت قاضی سب سے پہلا نکاح جناب عبدالرشید خان چائے والے صاحب کا پڑھایا تھا۔ ان کے عقد مسعود کی تاریخ ۲٦ر دسمبر ۱۹٦۵ء ہے۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بحیثیت قاضی ابتداء میں جو نکاح پڑھائے ان میں ایک نام راندیر کے مشہور جناب ڈاکٹر اسماعیل بپوریا صاحب کا بھی ہے۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقد مسعود

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقد مسعود فقیہ ہند مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی حلیمہ بیگم سے ہوا تھا۔ غالباً یہ ۱۹۴۸ء کا واقعہ ہے۔ نکاح حضرت مولانا مرغوب صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا تھا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ

حضرت قاضی صاحب کی اہلیہ محترمہ حلیمہ بیگم حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی اور حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی اور حضرت مولانا سید عبدالحیٔ قاضی لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲٦ء میں ہوئی تھی۔ موصوفہ کی والدہ اس وقت انتقال کر گئی تھیں جب

موصوفہ بہت کم عمر تھی۔ آپ کی پوری تعلیم وتربیت اپنے نانا حضرت مولانا سید عبدالحیٔ قاضی صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ہوئی۔ آپ کے نانا جان نے آپ کو قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ابتدائی بہت سی ضروری کتابیں بھی پڑھائی تھی۔

ایک مرتبہ راقم آثم نانی محترمہ کی ملاقات کے لئے گیا۔ مجھ سے پوچھا کیا پڑھتا ہے؟ میں نے کہہ دیا چہل سبق۔ یہ سن کر فرمانے لگیں کہ وہ تو میں نے بھی پڑھی ہے۔ میں نے عرض کیا اچھا! کچھ بتاؤ اس میں سے، تو دو چار فارسی جملے بولے۔ ایک تو یہ تھا ''وشفاعت حق است'' اور دوسرا یہ تھا ''دریں کوزہ قدرے آب باقی ہست'' میں تو یہ سن کر تعجب میں پڑ گیا۔ پھر فرمایا کہ میرے نانا مرحوم نے مجھے قرآن، اردو وفارسی سب پڑھایا تھا۔ یہ بھی فرمایا کہ میرے نانا مرحوم مجھ پر بہت شفیق ومہربان تھے مگر جب تعلیم کا وقت ہوتا تو بہت سخت ہو جاتے اس میں ذرا سی بھی رعایت نہیں کرتے تھے۔ سبق کے بعد پھر کیفیت بدل جاتی۔ فرماتی تھیں کہ میں ان کے لئے روزانہ ایصال ثواب کرتی ہوں۔

تلاوتِ کلام سے غایت درجہ کا لگاؤ تھا۔ یومیہ کئی کئی پارے بڑی آسانی سے تلاوت فرماتی تھیں۔ رمضان المبارک میں تو تلاوت کی مقدار میں کافی اضافہ ہو جاتا تھا۔ بہت سی مرتبہ اعتکاف اسی غرض سے فرماتی تھیں کہ تلاوتِ کلام زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔ موصوفہ کی تلاوت بہت ہی صاف اور عمدہ تھی۔ اپنے نانا جان مرحوم اور اپنے والد معظم کی تربیت کا اثر نمایاں تھا۔

موصوفہ بڑی پاکباز نظیف الطبع تھیں۔ دینی کتابوں کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ بہت گہری نظر سے دینی کتابوں کا مطالعہ فرماتی تھیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات خوب یاد تھے۔ اپنے نواسے، نواسیوں، پوتے، پوتیوں وغیرہ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے اور صلحاء کے واقعات بہت سناتی تھیں۔ ان کے صاحبزادے جناب حافظ رشید احمد قاضی سلمہ نے انبیاء کرام

علیہم السلام کے واقعات کی مستند کتاب ''ہدایت کے چراغ'' جو حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مظاہری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ ومجاز حضرت ہردوئی) کی تصنیف ہے، لاکر دی تھی، موصوفہ نے اس کا اتنا مطالعہ کیا تھا کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی حافظہ تھیں۔ بالاستیعاب کئی مرتبہ اس کو پڑھا تھا۔

نمازوں سے حد درجہ عشق تھا۔ ہر چھوٹی بڑی پریشانی کے وقت سو سو دو سو دو سو رکعت نماز کی منت مانتی اور اسے پورا بھی کرتی تھیں۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق تھا۔

بلا مبالغہ ایک بات عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ موصوفہ نے بہت سی مرتبہ بھوکے رہ کر مدرسہ کے ان بچوں کو جن کے کھانے بند ہو جاتے تھے کھلایا ہے۔ پورے گھر کا کام بچوں کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ تنہا کیا کرتی تھیں۔ بچوں کی پرورش بڑے اچھے انداز سے کی تھی اور اسی لئے فخر سے فرماتی تھیں کہ مجھے مرنے کے بعد کوئی فکر نہیں ہے، میرے اتنے بچے، اتنے نواسے اتنے پوتے حافظ قرآن ہیں، وہ سب مجھ کو بھیجتے رہیں گے۔ (اللہ تعالیٰ ان کے گمان پر اترنے کی توفیق عطاء فرمائیں، آمین)

۱۳؍ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳؍ اکتوبر ۲۰۱۹ء کو کچھ عرصہ بیمار رہ کر صبح ساڑھے سات بجے کے قریب داغ مفارقت دے گئیں۔ بعد نماز ظہر تبع تابعین کی درگاہ کے قریب جم غفیر جس میں عوام سے زیادہ علماء کے مجمع نے حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں آپ کی جنازہ کی نماز ادا کی اور بعد میں راندیر کے مشہور قبرستان میں اپنے خاوند کی قبر کے جوار میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سسرالی رشتہ داروں کا تذکرہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ حضرت اقدس مفتی لاجپوری

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی تھیں، جن کا مختصر ذکر ماقبل میں گزر چکا۔

دراصل حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین نکاح ہوئے تھے۔ پہلا نکاح زمانۂ طالب علمی میں ہوا تھا، جب ۱۳۳۹ھ جب آپ نے حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی تھی۔ یہ نکاح حضرت مولانا سید عبدالحیی صاحب قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی فاطمہ بیگم سے ہوا تھا۔ اس وقت حضرت مولانا سید عبدالحیی صاحب قاضی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ''گھلاں'' (ایک دیہات کا نام ہے) میں تھا، بارات وہاں گئی تھی۔ نکاح سے پہلے حضرت مفتی مرغوب صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا تھا۔ اس نکاح سے کل تین اولاد ہوئی۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی۔

(۱) سید ابراہیم: ولادت ۱۳۴۱ھ، صبح پیدا ہوئے اور شام میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

(۲) سید عبداللہ: ولادت ۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ مردہ ہی پیدا ہوئے تھے۔

(۳) لڑکی حلیمہ بیگم (حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ)۔

حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس زوجہ محترمہ کی وفات ۲۲/ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ بروز شنبہ ہوئی۔

پہلی زوجہ فاطمہ بیگم کی وفات کے بعد حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا نکاح مریم بیگم نامی خاتون سے ہوا تھا۔ ان سے تین لڑکیاں ہوئی۔

(۱) رابعہ بیگم: کم عمری میں ہی انتقال کر گئی تھی۔ احقر کی نانی مرحومہ ان کی بیماری و وفات کا قصہ اشک بھری آنکھوں سے سناتی تھیں۔

(۲) سارہ بیگم: (حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ) موصوفہ بقید حیات ہیں اور فی الحال فراشی کے دور سے گزر رہی ہیں۔ خداوند قدوس عافیت نصیب فرمائیں۔

(۳) حفصہ بیگم: بہت ہی مخلص خاتون تھیں، رشتۂ ازدواج سے منسلک نہیں ہوئی تھیں، پوری

زندگی اپنے والد صاحب کی دل وجان سے خدمت کی۔ کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۱۷؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات دوپہر ساڑھے تین بجے انتقال کر گئیں۔ بعد نماز عشاء حظیرہ بڑی مسجد راندیر میں حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں صلوۃ جنازہ ادا کی گئی اور پھر راندیر کے قبرستان میں سپرد خاک کر دی گئیں۔

حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ اہلیہ بھی کم عرصہ حیات رہیں اور بہت جلد چل بسیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت مفتی لاجپوری صاحب کا نکاح خدیجہ بیگم نامی خاتون سے ہوا تھا۔ موصوفہ بہت ہی مخلص وملنسار اور بااخلاق خاتون تھیں۔ اپنے شوہر کی جس جی وجان سے خدمت کی انہیں الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ موصوفہ نے اپنے نواسوں اور نواسیوں کے ساتھ (جو درحقیقت اپنی سوتن کے نواسے ونواسیاں تھے) ایسا پرخلوص معاملہ فرمایا کہ حقیقی نانی بھی ایسا معاملہ نہیں کرتی، حتیٰ کہ انہیں کافی بڑا ہوجانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ہماری حقیقی نانی نہیں ہے۔

موصوفہ نے احقر کی نانی اماں کو حقیقی بیٹی کی طرح ہی سمجھا اور ان کے بچوں کو اپنا ہی بچہ سمجھا۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی رمضان المبارک میں افطار اپنے خسر حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر ہی کیا۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو افطار میں چائے اور پان کی عادت تھی اور حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دودھ نوش فرماتے تھے۔ موصوفہ اپنے شوہر کے لئے دودھ کا پیالہ اور داماد کے لئے دسترخوان پر چائے تیار رکھتی تھی حتیٰ کہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹھنے کی جگہ دسترخوان کے نیچے پان بھی بنا کر رکھتی تھی۔ حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قاضی! مجھے شرم آتی ہے میں دودھ پیتا ہوں اور تم چائے۔

موصوفہ نے طویل عمر پائی اور ۱۳؍جون ۲۰۰۴ء کو شام میں انتقال ہوا۔ رات بعد نمازِ

عشاء والد ماجد حضرت اقدس مفتی عارف حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں صلوۃِ جنازہ ادا کرنے کے بعد اپنے خاوند کی قبر کے جوار میں سپرد خاک کردیا گیا۔

حضرت مولانا عبدالحئ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خسر محترم حضرت مولانا عبدالحئ صاحب قاضی رحمۃ اللہ علیہ جید عالم دین تھے۔ تعلیم و تعلم کا عجیب ملکہ اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا تھا۔ بڑے دوراندیش اور طبیعت میں نہایت سنجیدگی تھی۔ سورت شہر کے ایک چھوٹے گاؤں ''گھلاں'' کے مدرسہ میں صدر مدرس بھی رہے۔ ڈربن کے مدرسہ انجمن اسلام میں صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔

بدعات ورواج کی بیخ کنی میں قابل قدر خدمات انجام دیں، اس کے صلہ میں عاشقانِ بدعت اور دشمنانِ سنت کی طرف سے آزمائش بھی برداشت کی۔ ایک بدبخت نے آپ پر حملہ کیا اور ایسی ضرب ماری کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اس شقی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سزا دی کہ جنون لاحق ہوگیا۔

نوساری میں مولانا سید عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدرسہ محمدیہ کی بنیاد ڈالی اور اس میں تدریسی خدمات انجام دی۔ ۵/ذی قعدۃ ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۱/اگست ۱۹۵۰ء کو وفات ہوئی۔ نمازِ جنازہ اپنے داماد حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھانے کی وصیت تھی، مگر آپ نے حضرت مولانا مفتی مرغوب صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کو سپرد فرمادی، چنانچہ انہوں نے نماز پڑھائی اور لاجپور کے قدیم قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا

سید عبد الکریم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں بمقام ''لاجپور'' ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام ابراہیم تھا، جو آپ کے اساتذہ میں سے بھی تھے۔ شروع سے لے کر مشکوۃ تک کی تعلیم اپنے وطن لاجپور ہی میں حاصل کی۔ اس کے بعد گھریلو حالات کی وجہ سے آگے تعلیم حاصل نہ کر سکے یعنی باقاعدہ کسی دار العلوم سے آپ سند یافتہ نہیں تھے۔ لاجپور اور نوساری کے مدرسہ میں خدمات انجام دیں۔ اولاً لاجپور کی ایک چھوٹی مسجد میں امام تھے، پھر نوساری کی جامع مسجد میں منصب امامت پر بارہ سال تک فائز رہے۔ حضرت مرحوم کو وعظ و نصیحت میں، اشعار میں نیز فارسی زبان میں خوب مہارت حاصل تھی۔ ۲۶ ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۷ ر جولائی ۱۹۷۳ء بروز جمعہ صبح گیارہ بجے آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے فرزندِ اکبر حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور راندیر کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زلف اور حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے داماد حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت یکم جنوری ۱۹۴۳ء کو ''نواپور'' میں ہوئی۔ حفظ قرآن کی تعلیم مختلف مدارس میں حاصل کرنے کے بعد دار العلوم رامپورہ سورت سے حفظ قرآن کریم کی تکمیل فرمائی۔ عربیت کی ابتدائی تعلیم مالیگاؤں اور دھولیہ میں حاصل کرنے کے بعد گجرات کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں درجہ عربی سوم میں داخلہ لیا۔ جبال العلوم اساتذہ جیسے حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد آدم صاحب طالع پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد الغفور صاحب صواتی

رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم سے اکتساب فیض کر کے ۳؍شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں فراغت حاصل کی۔ امام المحدثین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور مایۂ ناز مقرر حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہجہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں دستار بندی ہوئی۔

فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا۔ ابتداء سے لے کر متوسطات تک کی مختلف کتابوں کا درس دیا۔ تیسرے سال مشکوۃ شریف سپرد کی گئی اور روزِ اول ہی سے اس درس نے غیر معمولی مقبولیت حاصل کر لی۔ چوتھے سال دورۂ حدیث کی اہم ترین کتاب ابوداؤد شریف آپ کی طرف منتقل ہوئی۔ اگلے سال مسلم شریف بھی آپ کو دی گئی۔ اس طرح کم عمری ہی میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے استاذِ حدیث بن گئے۔

پھر جب جامعہ ڈابھیل میں اچانک ایسا بحران آیا جو کئی اساتذہ کے مستعفی ہونے پر منتج ہوا تو اس میں حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آ گئے۔ ۱۳۹۴ھ میں جامعہ کی خدمات سے کنارہ کش ہو گئے۔ جامعہ ڈابھیل سے علیحدگی کے بعد متعدد مدارس سے شیخ الحدیث کے منصب پر تقرری کی دعوتیں آئی مگر آپ نے اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ کی فلاح دارین ترکیسر کے استاذِ حدیث کی تجویز کو قبول فرمالیا۔ ابوداؤد شریف پھر مسلم شریف آپ کے زیرِ درس رہی۔ اربابِ مدرسہ نے آپ کے جوہر صلاحیت کو دیکھ کر منصب شیخ الحدیث کے لئے بھی آپ کو تجویز فرمایا، اس طرح فلاح دارین میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درس پانچ سال تک دیا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

حضرت دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصلاحی تعلق اولاً حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رہا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چھ ماہ تعلق رہا پھر

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع فرمایا اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کا عقدِ مسعود حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی منجھلی صاحبزادی سے ۶؍شوال المکرم ۱۳۹۵ھ کو ہوا۔ نکاح حظیرہ بڑی مسجد راندیر میں شیخ الحدیث قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔

حضرت دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں مزاح اور لطافت تھی۔ اور تمام اوصاف وکمالات کے جامع تھے۔

حضرت دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے وعظ وخطابت میں عجیب وغریب ملکہ عطاء فرمایا تھا۔ بچپن ہی سے اس میدان کے شہسوار تھے۔ وعظ وخطابت کے لئے مختلف ممالک کا سفر بھی فرماتے تھے۔ آپ کے خطبات ''فیضِ ابرار'' کے نام سے دس جلدوں میں شائع ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں اور غیر معمولی مقبولیت بھی حاصل کر چکے ہیں۔

مختلف امراض میں مبتلا رہ کر ۱۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۸؍مئی ۱۹۹۵ء بروز جمعرات شام ساڑھے چار بجے سورت کے ایک اسپتال میں آپ دارِفانی سے رخصت ہو گئے۔ اگلے روز صبح ۹ بجے راندیر اسلام جم خانہ کے وسیع وعریض میدان میں بحکم حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ احقر کے والد ماجد حضرت مفتی عارف حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر راندیر کے مشہور قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ شانہ حضرت مرحوم کو غریق رحمت فرمائیں۔ (آمین)

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ حج

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سفرحج کی داستان کو آپ کے رفیقِ سفر وفرزند حافظ

رشید احمد سلمہ کی زبانی پیش کرتا ہوں......

ہمارا حج کا سفر ۲۰ رجون ۱۹۸۹ء بروز منگل شروع ہوا۔ سیاجی نگری ایکسپریس سے ہم بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے قافلہ میں بندہ، والدین اور میری اہلیہ کل چار افراد تھے۔ سورت اسٹیشن چھوڑنے کے لئے حضرت مفتی عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بھائی مولانا خلیل اور بھائی سعید اور دیگر حضرات تشریف لائے تھے۔

۲۱ رجون بدھ کی صبح میں ہمارا طیارہ تھا مگر تاخیر ہوتے ہوتے دوپہر ہوگئی۔ پھر مزید تاخیر ہوئی (دراصل سچے عاشق الٰہی کا امتحان اسی طرح ہوتا ہے۔ مرتب) منتظمین ائرپورٹ نے ہوٹل کا انتظام کیا۔ جمعہ کے دن صبح چار بجے ہوٹل سے ائرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ طیارہ کا وقت ۸ بجے تھا۔ وہ روانہ ہوا اور رن وے سے ہی واپس لوٹا ٹیکنیکل پرابلم کی وجہ سے۔ پھر دوپہر ایک بجے کے قریب روانہ ہوا اور دوپہر ساڑھے تین بجے ہم جدہ پہونچے۔ وہاں کافی دیر ہوگئی حتیٰ کہ عصر و مغرب کی نماز بھی وہیں ادا کی۔ وہاں کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد ہم باہر نکلے۔ چونکہ پہلا سفر تھا اور وہ بھی انفرادی طور پر، اس لئے کیا کرنا، کیسے کرنا، کہاں جانا کچھ پتہ نہیں تھا، لیکن حق تعالیٰ کی غیبی نصرت شامل حال رہی۔ اتفاق سے حیدرآباد کے ایک صاحب جو میرے پہچان والے تھے اور حج آفسر کی حیثیت سے وہاں تشریف فرما تھے ان سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے بس کا انتظام کر دیا۔ مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد ہوٹل کا نظم کرنا تھا۔ ہمارے عزیز مولانا شبیر قاضی بھی افریقہ سے آئے ہوئے تھے، ان کی ہوٹل باب ملک عبدالعزیز کے بالکل سامنے تھی۔ انہیں ہماری آمد کی اطلاع ہوئی تو ایک دن مہمان بنا کر ہمیں اپنی ہوٹل بلوالیا۔ وہاں آنے کے بعد سب سے پہلے عمرہ کیا۔ کافی کوشش کے باوجود کوئی کمرہ مل نہیں رہا تھا کہ خدا کا فضل پھر شامل ہوا۔ مولانا شبیر قاضی کی ہوٹل سے نیچے اترے ہی تھے کہ ایک صاحب سے ملاقات ہوئی، ان کا ایک کمرہ تھا۔

انہوں نے کہا میرا کمرہ دیکھ لو اور مناسب ہو تو میں کم قیمت پر دے دوں گا۔ ان کا کمرہ حرم شریف سے ۱۵ یا ۲۰ منٹ کی دوری پر تھا، البتہ ساری فراوانی و اسبابِ راحت موجود تھے۔ ہم نے وہ کمرہ اجرت پر لے لیا اور وہاں سے حرم شریف کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ابا جان مرحوم بھی میرے ساتھ اور والدہ محترمہ اور اہلیہ کے ساتھ بہت شوق و ذوق سے حرم شریف آتے تھے، اپنی طاقت کے موافق طواف کرتے تھے اور زمزم سے خوب سیراب ہوتے تھے۔

۲۷ رجون بروز منگل مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بعد نمازِ عشاء بس میں سوار ہوئے۔ پوری رات بس چلتی رہی۔ راستہ میں فجر کا وقت ہوا تو تھوڑی دیر صرف چار رکعت نماز پڑھنے کے بقدر بس سے اترنے کی اجازت ملی۔ نماز کے بعد پھر بس میں سوار ہو کر مدینہ منورہ صبح سات بجے پہونچ گئے۔ یہاں پھر ہوٹل کا انتظام کرنا تھا کہ اچانک ایک یمنی سے ملاقات ہوئی اور اس نے مسجد نبوی کے بہت ہی قریب ایک شاندار ہوٹل میں کمرہ کا انتظام کر دیا۔

مدینہ منورہ آنے کے بعد ابا جان کو ایک عجیب سکون ملا گویا ایسا محسوس ہو رہا تھا میں اپنے وطن میں اور اپنی جانی پہچانی جگہ میں آ گیا ہوں۔ یہاں ابا جان کی طبیعت یکدم بدل گئی، مزاحی کیفیت بالکل ختم ہو گئی اور ہمہ وقت ایک خوف و ہیبت طاری رہتی تھی۔ اکثر وقت مسجد نبوی میں اقدام عالیہ والے حصہ میں یا صفہ والی جگہ میں گزارتے تھے، پھر کبھی اچانک وہاں سے واپس آ جاتے تھے۔ میں کہتا ابا جان! چلو وہیں بیٹھتے ہیں تو فرماتے بیٹا! نہیں، جب تک وہاں کے آداب کی رعایت ہو تو بیٹھو ورنہ وہاں سے واپس آ جاؤ۔ وہاں سے کافی وقت گزار کر صحن میں تشریف لے آتے تھے۔ اکثر درود شریف میں مشغول رہتے تھے۔

آٹھ دن وہاں کے قیام کے بعد ۵ رجولائی بروز بدھ مغرب کی نماز ایک چھوٹی سی مسجد

میں ادا کی۔امام صاحب نے بڑی شاندار قراءت کی اور پھر ہم مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے۔۶ر جولائی بروز جمعرات صبح ہم مکہ مکرمہ پہونچ گئے اور عمرہ کیا۔اس طرح ہمارے دوعمرے ہوئے ایک ہندوستان سے جانے کے بعد اور دوسرا مدینہ منورہ سے۔چار روز یہاں قیام کیا اور وقتاً فوقتاً طواف کی نعمت سے محظوظ ہوتے رہے۔

۱۱ر جولائی بروز منگل صبح ساڑھے نو بجے کے قریب منیٰ کے لئے بس میں سوار ہوئے اور صرف ۲۰ منٹ میں منیٰ پہونچ گئے۔الحمدللہ یہاں معقول نظم تھا۔پورا دن یہیں گزار کر اگلے دن یعنی ۱۲ر جولائی بروز بدھ فجر کی نماز کے بعد عرفات کے لئے روانہ ہوئے۔عرفات آنے کے بعد زوال تک آرام وغیرہ یا ٹوٹی پھوٹی عبادت میں مشغول رہے۔دوپہر میں شاہ فہد مرحوم کی میزبانی کا شاندار کھانا دیا گیا اور کھانے کے بعد عرفات کے معمولات اور عبادات میں مصروف رہے۔ ہمارے معلم کا بڑا احسان کہ اس نے ہمارے لئے یہاں بھی زمزم کا انتظام کیا تھا،اس لئے ہم زمزم سے سیراب ہوتے رہے۔

مغرب کی نماز کے بعد مزدلفہ کے لئے روانہ ہوئے۔رات گیارہ بجے مزدلفہ پہونچے۔ شدید تھکان کے باعث مغرب وعشاء کی نماز سے فراغت کے بعد میں اور ابا جان سو گئے۔ایک دو گھنٹے آرام کرنے کے بعد بیدار ہوئے۔ہمارے بغل میں ایک عربی صاحب اپنی فیملی کو لے کر آئے اور بڑا دستر خوان بچھایا۔اللہ انہیں جزاء خیر عطاء فرمائیں کہ انہوں نے سب سے پہلے ہمیں کھانا نکال کر بھیجا۔خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور ابا جان بھی خوش ہو گئے کہ حق تعالٰی نے یہاں بہترین انتظام فرما دیا۔پھر کچھ حبشی لوگ دوسری طرف آئے اور انہوں نے ایک تھرماس بھیجا جو بخاری چائے سے بھرا تھا۔ہم نے کچھ پی کر انہیں واپس کیا تو انہیں ناگواری ہوئی کہ ہمیں بچا کر کیوں واپس کیا؟ چنانچہ چائے نوشی کے مختلف ادوار چلے اور اسے پورا کر کے انہیں سپرد کیا۔

فجر کی نماز کے بعد ہم منیٰ کے لئے روانہ ہوئے۔بسوں کی لمبی قطار تھی۔ابا جان اور امی جان دونوں نے بڑھاپے کے باوجود ہمت بتلائی اور پیدل چلنے پر رضا مندی کا اظہار کیا۔راستہ میں ایک جگہ امی جان کو پیشاب کا تقاضہ ہوا، بڑی پریشانی یہ تھی کہ وہاں کوئی معقول نظام نہیں تھا۔ میں نے ایک خیمہ میں جھانک کر دیکھا تو وہاں دو پولس والے موجود تھے۔میں واپس آ گیا تو پولس والا فوراً میرے پیچھے آیا۔میں نے اس سے انگریزی میں بات کی میری بوڑھی والدہ کو استنجاء کا تقاضہ ہے۔اس نے کہا اچھا! لے آؤ، پھر ایک مرتبہ حق تعالیٰ نے آسانی فرمادی۔

منیٰ آنے کے بعد رمی کی۔ابا جان کو راندیر کے کچھ لوگوں نے ڈرادیا تھا کہ رمی کے وقت بھیڑ ہوتی ہے اور آدمی کچل جاتے ہیں۔اس لئے میں انہیں ہمت دلا کر جمرات لے گیا اور کہا ہم دور سے دیکھتے ہیں، اگر بھیڑ ہوگی تو آپ مت آنا، میں آپ کی طرف سے وکیل بن کر رمی کر دوں گا۔چنانچہ ہم جمرات پہونچے اور بڑی آسانی سے بالکل قریب سے رمی کی۔رمی کرتے ہی ابا جان میں ہمت آ گئی اور کہنے لگے مجھے تو ڈرادیا تھا کہ تم دب جاؤ گے، ایسا ہوگا، ویسا ہوگا، مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا۔

اگلے دن ۱۴؍جولائی بروز جمعہ میں قربان گاہ گیا اور پانچ سو ریال کے چار بکرے خرید کر قربانی کی۔پھر رات میں مکہ مکرمہ کے لئے طوافِ زیارت کی غرض سے روانہ ہوئے۔طوافِ زیارت وغیرہ سے فراغت پر راستہ میں ایک جگہ ابا جان نے آئس کریم کی دوکان دیکھی اور اس کے کھانے کی رغبت ظاہر کی۔چنانچہ ہم نے رات میں آئس کریم کھائی۔پھر واپس منیٰ آ گئے۔

شدید گرمی کا زمانہ تھا اور کہیں بھی ٹھنڈا پانی میسر نہیں تھا۔ابا جان نے مجھ سے کہا کہ دیکھ کہیں ٹھنڈا پانی ہو۔ابھی اسی گفتگو میں تھے کہ اچانک ایک لڑکا دوڑتے ہوئے آکر ابا جان کو ملا۔ وہ ابا جان کے شاگرد تھے اور وہیں مقیم تھے۔ابا جان نے ان سے کہا کہ مجھے ٹھنڈا پانی تو پلا۔وہ

بولا جی مولانا ابھی آتا ہوں، وہ گیا اور برف کا ٹکڑا لے آیا، وقتاً فوقتاً وہ برف دے جاتا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈے پانی کا بھی انتظام فرما دیا۔

۱۵ر جولائی سنیچر کو ہم مکہ آ گئے۔ تین دن قیام رہا اور طواف وداع بھی کر لیا۔ ۱۸ر جولائی بروز منگل فجر کی نماز اپنے کمرہ میں ادا کرنے کے بعد ہم جدہ کے لئے نکلے۔ شام چار بجے کا طیارہ تھا جو تاخیر سے ساڑھے پانچ بجے روانہ ہوا اور رات پونے دو بجے بمبئی ائر پورٹ پر اترا۔ جناب یونس خان بمبئی والے لینے آ گئے تھے۔ ان کے گھر رات بھر قیام رہا اور صبح پچھّم اکسپریس سے سورت کے لئے روانہ ہوئے۔

۱۹ر جولائی بروز بدھ شام کو پچھّم اکسپریس سے سورت پہونچے۔ استقبال کے لئے ہمارے بہنوئی حضرت مفتی عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بھائی مولوی خلیل، بھائی سعید وغیرہم موجود تھے۔ الحمد للہ بخیر و عافیت یہ سفر مکمل ہوا۔

حضرت جی ثالث رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران مسجد نبوی میں ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوگئی مرحوم ابا جان سے۔ حضرت جھانجھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آئے تھے۔ حضرت جھانجھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ابا جان کے شاگرد تھے تو ابا جان نے اپنے انداز میں فرمایا کہ تو تو ان کا چمچا ہے، میری ان سے ملاقات کروا دے۔ انہوں نے کہا بالکل۔ پھر انہوں نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے مستقل وقت لیا اور مغرب کی نماز کے بعد ملاقات کروائی۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحتیں بھی فرمائی اور دعاؤں سے بھی نوازا۔

❁❁❁

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ آخرت

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس	یوں تو دنیا میں سب ہی آئے ہیں مرنے کے لئے

دنیا آنی جانی ہے، یہاں کی ہر شئی فانی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات حبا ودانی و لافانی ہے۔اس خاک دان ارضی سے روزانہ انگنت انسان عالمِ آخرت کی طرف روانہ ہوجاتے ہیں، جن میں کچھ ایسی بھی ہستیاں ہوتی ہیں جن کی زندگی عالمِ انسانیت کی زندگی اور جن کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے۔ان کی موت سے ایک دور کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔جن کی موت ایک فرد بشر ہی کی موت نہیں ایک خاندان اور ایک جماعت کی موت ہوا کرتی ہے۔زمانہ اس پر افسوس کرتا ہے، تاریخ اشک بار اور عالم سوگوار ہوتا ہے۔حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بھی انہی برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھی۔آپ کی وفات حسرت آیات کی مختصر داستان یہ ہے۔

شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۸ء میں حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجامت کے لئے حافظ اسماعیل کی دوکان پر تشریف لے گئے۔حافظ اسماعیل صاحب نے دورانِ حجامت محسوس کیا کہ آپ کی گردن پر چھوٹی سی گانٹھ ہے۔انہوں نے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتلایا کہ دیکھئے یہاں کچھ گانٹھ جیسا محسوس ہوتا ہے، آپ کسی ڈاکٹر کو بتلادیں تو اچھا ہے۔چنانچہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً اپنے خاص معالج جناب ڈاکٹر اسماعیل بپوریا صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔انہوں نے کسی بڑے ڈاکٹر سے رجوع کی بات پیش کی۔پھر ڈاکٹر فیروز خان کو بتایا گیا اور مرض کی تشخیص کی گئی تو رپورٹ اہل خانہ کو فکر میں ڈالنے والے آئی۔کینسر کے مرض کی شناخت ہوئی۔ڈاکٹر فیروز خان کے یہاں علاج شروع کیا گیا۔شہر سورت کے مختلف ڈاکٹروں اور اسپتالوں کی جانب بھی رجوع کیا گیا مگر۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

تقریباً نو ماہ اس مرض میں مبتلا رہے۔طبیعت میں اتار چڑھاؤ آتے رہے مگر نماز اور مسجد کا برابر اہتمام فرماتے رہے۔ اخیر میں اس مرض نے زور اور شدت اختیار کی تو مسجد آنا بند ہو گیا مگر گھر میں پابندی کے ساتھ نماز ادا فرماتے رہے۔ پھر مرض نے اور شدت اختیار کی، آپریشن ہونا طے ہوا تو ڈاکٹروں نے داڑھی منڈوانے کو کہا۔ یہ بات سنتے ہی گویا دل پر خنجر چلا ہو۔ اور کیوں نہ ہو جس کی پوری زندگی اتباع سنت میں گزری ہو، جو حضور اقدس ﷺ کا سچا عاشق ہو اور اسے یہ کہا جائے تو اس کے قلب کی جو کیفیت ہوگی وہ بیان سے باہر ہے۔

مجھے اچھے سے یاد ہے کہ جب یہ فیصلہ ہوا تھا تو حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ گم سم تھے۔ گھر والوں نے یہ طے کیا کہ پہلے اپنے داماد (والد ماجد حضرت مفتی عارف حسن صاحب عثمانی) سے پوچھ لو اور ان کی رائے معلوم کر لو۔ وہ خود حضرت والد صاحب کو پوچھنے آئے تو والد صاحب نے عرض کیا مجھے کیوں پوچھتے ہو؟ آپ جن کے داماد ہیں انہیں کو پوچھیں، وہ مفتیٔ اعظم ہیں۔

چنانچہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خسر محترم حضرت اقدس مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری بات پیش کی۔ حضرت مفتی صاحب نے پوری بات سن کر داڑھی منڈوانے کی اجازت دی۔ چنانچہ داڑھی منڈوائی گئی، مگر اس کا بڑا افسوس و صدمہ آپ کے چہرہ پر نمایاں تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میں اسی دن جب یہ واقعہ پیش آیا تو ان کے مکان پر گیا، وہ کرسی پر بیٹھے تھے اور چہرہ غصہ میں بھرا تھا۔ میں ان کا چہیتا تھا، ان کی خوب شفقتیں مجھ پر تھی اور ہمیشہ مجھ سے اچھی باتیں فرماتے تھے۔ میری زندگی میں وہ پہلا موقع تھا کہ انہوں نے مجھ سے تو کیا گھر میں کسی سے اچھے انداز سے بات نہیں کی۔

مجھے ایک بات خوب یاد ہے کہ حضرت والد صاحب نے ایک عمل بتلایا تھا کہ حضرت

قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سرہانے سورۂ مرسلات کی تلاوت کی جائے۔ چنانچہ جمیع اہل خانہ نے اس کام کی ذمہ داری مجھے سپرد کی تھی۔ میں نے پچاسوں مرتبہ مذکورہ سورۃ حضرت نانا جان مرحوم کے پاس پڑھی ہوگی۔ جب کبھی آپ کو بے چینی محسوس ہوتی تو فرماتے کہ محمد کو بلاؤ۔ (نانا مرحوم مجھے شفقت سے محمد سے پکارتے تھے)۔ جب کبھی بندہ اس سورۃ کو پڑھتا تھا انہیں افاقہ رہتا تھا۔ اب خیال آ رہا ہے کہ افاقہ اپنی جگہ، دراصل تلاوتِ کلام کا ذوق جوش مارتا ہوگا اور استماعِ کلام سے تسکین ہوتی ہوگی۔

غرض! رفتہ رفتہ طبیعت نڈھال ہوتی چلی گئی۔ آپ کے تلمیذ خاص محبوب العلماء و الصلحاء حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری زید مجدہم بھی وقتاً فوقتاً اپنے استاذِ محترم کی عیادت کے لئے تشریف لاتے تھے اور دعائیں وغیرہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔ ان کے تشریف لانے سے حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سکون ملتا تھا اور ان کے ساتھ ہنسی مذاق کا بھی معاملہ فرماتے تھے۔

حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب راندیری زید مجدہم کا بیان ہے کہ اکثر و بیشتر ابا جان کی زبان پر اخیر ایام میں یہ آیت جاری رہتی:

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ (اعلیٰ: ۱۷)

مذکورہ آیت کا ترجمہ بھی اہل خانہ سے بار بار دریافت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مفتی عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے کہا کہ ابا جان کچھ پڑھ رہے ہیں، پتہ نہیں چلتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں، البتہ اتنا معلوم ہوا کہ فارسی عبارت ہے۔ حضرت مفتی عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت غور سے سنا تو فرمایا کہ یہ تو علم الصیغہ کی عبارت ہے۔

خیر! طبیعت نڈھال ہوتی چلی گئی۔ حیدرآباد سے آپ کی بیٹی فاطمہ بیگم سلمہا اور فرزند حافظ رشید احمد سلمہ بھی آ چکے تھے۔ آپ کے معالج خاص جناب ڈاکٹر فیروز خان جن کو حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنا بیٹا ہی مانتے تھے برابر گھر پر آ کر علاج کرتے رہے۔ بالآخر کینسر کی گانٹھ پھٹ گئی، ڈاکٹر فیروز خان نے کہہ دیا کہ اب رات بھی نکلنا مشکل ہے۔

ہم نے چاہا تھا کہ نہ ہو مگر ہوئی صبحِ فراق	موت کا وقت جب آتا ہے ٹلتا نہیں

۳/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۴/ ستمبر ۱۹۹۹ء منگل کے روز منشی مسجد سے فجر کی اذان کی صدا گونجنے لگی۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً آنکھیں کھولی۔ ویسے بھی نماز سے اتنا عشق تھا کہ جب کبھی غنودگی سے افاقہ ہوتا تو فوراً فرماتے کہ میری نماز باقی ہے اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع فرما دیتے تھے۔ جب مؤذن نے کلمہ شہادت کہا تو فوراً شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور نماز کے لئے ہاتھ باندھ لئے، اسی حالت میں روح پرواز کر گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن ان للہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ و کل شئی عندہ باجل مسمی

وفات کی خبر فجر کی نماز سے پہلے ہی پورے راندیر میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ ہر کسی کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا مربی چلا گیا ہو، اور کیوں نہ ہو؟ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا برتاؤ ہی ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ ہمدردانہ تھا۔ ہر کسی کو پوچھے تو وہ یہی کہتا کہ قاضی ماما صاحب کا مجھ سے بہت اچھا تعلق تھا۔ خیر فجر کی نماز کے بعد تجہیز و تکفین کی تیاری کی گئی اور تدفین کے لئے بعد نمازِ ظہر ۲ بجے کا وقت طے کیا گیا۔ غسل جناب عبدالحکیم بھائی اور جناب حافظ محمد زبیر صاحب منیار نے دیا اور آپ کے چاروں صاحبزادے معاون رہے۔ غسل و کفن کے بعد مکان کے اگلے حصہ میں آپ کی نعش کو رکھ دیا گیا۔

بعد نمازِ ظہر جنازہ گھر سے نکالا گیا۔ لوگوں کی لمبی قطار تھی، دور دور سے لوگ جمع ہو گئے۔ اولاً آخری دیدار کا موقع دیا گیا۔ پھر جنازہ اٹھایا گیا۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

جنازہ کو پہلے منشی محلہ میں لے جایا گیا جہاں آپ کے خسر محترم حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکان ہے۔ حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت صاحب فراش تھے، انہیں آخری دیدار کروایا گیا۔ انہوں نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے اپنے داماد کے سر اور داڑھی پر عطر لگایا اور فرمایا آج میرا بیٹا دنیا سے چلا گیا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

پھر راندیر کے مشہور ''تبعِ تابعین'' کے مزار کے سامنے کشادہ جگہ میں جنازہ رکھا گیا۔ لوگوں کی خوب بھیڑ تھی۔ آپ کے فرزند اکبر حافظ سید مرغوب احمد قاضی سلمہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ راندیر کے مشہور قبرستان میں اپنے ہم زلف خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں قبر تیار کی گئی۔ چاروں صاحبزادگان قبر میں اترے اور اپنے مشفق و ہر دلعزیز ابا جان کو سپرد خاک کر دیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے	سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

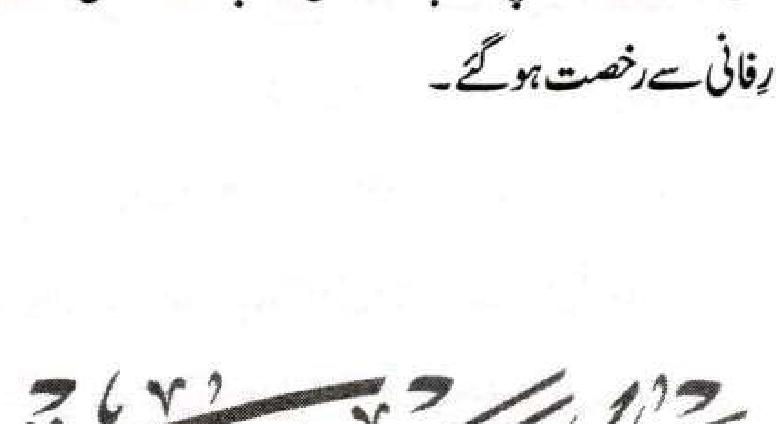
تعزیتی تقریر

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر تین دن کے بعد ۷/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۸/ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز سنیچر بعد نمازِ عشاء محلہ میں حضرت مرحوم کے مکان کے قریب ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک رہے اور حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذِ خاص محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم کا پر مغز خطاب ہوا۔ افسوس کہ تلاشِ بسیار کے باوجود وہ خطاب کسی کے پاس ملا

نہیں، ورنہ ضرور اسے اس رسالہ میں شامل کیا جاتا۔

ایک خواب

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ اور دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے سابق مہتمم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں برطانیہ کے سفر پر تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ میں نے برطانیہ کے قیام کے دوران ایک خواب دیکھا کہ موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور اس بارش میں حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھیگتے ہوئے جا رہے ہیں۔ میں ایک گوشہ میں کھڑا بارش کے رکنے کا انتظار کر رہا تھا اور حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نرالے انداز میں چلے جا رہے تھے۔ میں اسی وقت سمجھ گیا کہ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ تعالیٰ کی جوارِ رحمت میں منتقل ہونے کا وقت آ چکا ہے۔ اور اس خواب کے دو دن بعد حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔



حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا ذکر

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کل آٹھ اولاد ہوئی ۔ چار لڑکے اور چار لڑکیاں ۔ دو لڑکیاں بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھیں ۔ ترتیب سے اولاد کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

(۱) میمونہ بیگم:

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ اولاد میں سب سے بڑی تھی ۔ میمونہ بیگم کی غالباً ۱۹۵۲ء میں ولادت ہوئی اور بہت کم مدت میں انتقال کرگئی ۔

(۲) رابعہ بیگم سلمہا:

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودہ تمام اولاد میں سب سے بڑی ہیں ۔ ۲۳ / ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ مطابق ۳۱ / دسمبر ۱۹۵۳ء کو ولادت ہوئی ۔ موصوفہ کا عقد حضرت مفتی سلطان حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت اقدس مفتی عارف حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ۲٦ / شوال المکرم ۱۴۰۳ھ مطابق ٦ / اگست ۱۹۸۳ء کو ہوا ۔ حظیرہ بڑی مسجد راندیر میں بعد نمازِ ظہر حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا اور حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح پڑھایا ۔ موصوفہ بقید حیات ہیں ۔ خداوند قدوس عافیت وسلامتی نصیب فرمائیں ۔ (آمین)

موصوفہ کے کل چار لڑکے ہوئے ۔ ترتیب سے ان کے نام درج ذیل نقل کئے جاتے ہیں ۔

☆ محمود حسن: موصوفہ کی تمام اولاد میں سب سے بڑے تھے ۔ ولادت ۳ / ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۳۰ / اگست ۱۹۸۴ء بروز جمعرات ہوئی ۔ اس وقت والدِ محترم سفرِ حج پر تھے ۔ انہوں نے حج میں جانے سے پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ لڑکا ہو تو اس کا نام محمود حسن اور لڑکی ہو تو اس کا نام

زینب رکھنا۔ چنانچہ لڑکے کی ولادت ہوئی اور حسبِ مشورہ محمود حسن نام تجویز کیا گیا۔ مگر اس وقت والدہ ماجدہ کو پیلیا ہونے کی وجہ سے بچہ میں اس کا اثر سرایت کر گیا اور وہ تیسرے ہی دن ۵؍ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۸۴ء کو انتقال کر گیا۔ حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی بلکہ وہ خود گود میں لے کر قبرستان کی طرف چلے اور راندیر کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

☆ مفتی شاہد حسن عثمانی سلمہ: موصوفہ کی موجودہ اولاد میں سب سے بڑے ہیں۔ ولادت ۲۵؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۳؍جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعرات ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ''مدرسہ رحیمیہ'' میں حضرت مولانا یوسف صاحب بھڑکودروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوئی۔ ناظرہ قرآن کریم حضرت مولانا عثمان صاحب بھادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شعیب صاحب لوہاروی زید مجدہم، اور حافظ عبدالقدوس صاحب زید مجدہم کے پاس پڑھا۔ حفظ قرآن کچھ پارے حضرت قاری فاروق صاحب رویدروی زید مجدہم (سابق استاذ، تجوید وقراءت دارالعلوم اشرفیہ راندیر) کے پاس اور تکمیل حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کی۔ ۱۹؍محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۱؍مارچ ۲۰۰۴ء بروز جمعرات تکمیل کی دعاء حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کروائی۔ پھر دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں داخل ہو کر شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق جولائی ۲۰۱۰ء میں اول نمبر سے فراغت حاصل کی۔ ۱۴۳۲ھ میں افتاء کی تکمیل کی۔ اب مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ میں استاذِ حدیث وفقہ اور مفتی کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

موصوف کا عقدِ مسعود ۱۸؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۳؍جنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعہ ہوا۔ خطبہ سے قبل مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ کا پر مغز خطاب ہوا اور

نمازِ جمعہ کے بعد محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے نکاح پڑھایا۔ موصوف کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔

○ محمود حسن عثمانی سلمہ: ولادت ۲۶ ؍ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۲ ؍ نومبر ۲۰۱۲ء

○ عائشہ سلمہا: ولادت ۲۷ ؍ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۴ ؍ مئی ۲۰۱۷ء

☆ **مفتی محمد عادل عثمانی سلمہ: (جامع ومرتب کتاب ہذا)** موصوف کی موجودہ اولاد میں دوسرے نمبر کے فرزند ہیں۔ ولادت ۵ ؍ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۱ ؍ مئی ۱۹۸۸ء بروز سنیچر ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ”مدرسہ رحیمیہ“ میں حضرت مولانا یوسف صاحب بھڑکودروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوئی۔ ناظرہ قرآن کریم حضرت مولانا عثمان صاحب بھادی، مولانا شعیب صاحب لوہاروی زید مجدہم، اور حافظ عبد القدوس صاحب زید مجدہم کے پاس پڑھا۔ حفظ قرآن کچھ پارے حضرت قاری فاروق صاحب رویدروی زید مجدہم (سابق استاذ، تجوید وقراءت دار العلوم اشرفیہ راندیر) کے پاس اور تکمیل حضرت مفتی عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کی۔ ۳۰ ؍ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۸ ؍ ستمبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار تکمیل کی دعاء حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کروائی۔ پھر دار العلوم اشرفیہ راندیر میں داخل ہوکر شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق جولائی ۲۰۱۰ء میں دوم نمبر سے فراغت حاصل کی۔ ۱۴۳۲ھ میں افتاء کی تکمیل کی۔ فی الحال دار العلوم اشرفیہ راندیر میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

موصوف کا عقدِ مسعود ۱۸ ؍ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۳ ؍ جنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعہ ہوا۔ خطبہ سے قبل مفکر ملت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی کا پر مغز خطاب ہوا اور نمازِ جمعہ کے بعد محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے نکاح پڑھایا۔ موصوف کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔

○ محمد تقی عثمانی سلمہ: ولادت ۲۷/ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹/ اپریل ۲۰۱۳ء

○ آمنہ سلمہا: ولادت ۸/ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۴/ مئی ۲۰۱۸ء

☆ **مفتی عتاب احمد عثمانی سلمہ:** موصوفہ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ ولادت ۱۴/ شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۵/ جنوری ۱۹۹۵ء بروز اتوار ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ ''فیض القرآن راندیر'' میں حاصل کی اور حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ناظرہ و کچھ پارے حفظ کئے۔ پھر دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں حضرت مولانا سعید صاحب خانپوری کے پاس حفظ کی تکمیل کی۔ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ میں انجمن کے اختتامی اجلاس میں تکمیل حفظ کی دعاء حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے کروائی۔ پھر درجۂ عالمیت میں داخل ہوکر شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ میں فراغت حاصل کی اور ۱۴۴۱ھ میں افتاء کی تکمیل کی۔

حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب عثمانی کی ولادت شیخ زبدّی کی پول کالوپور احمد آباد میں ۶/ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن صرف بارہ سال کی عمر میں بمبئی میں کیا۔ عربی دوم تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کسی وجہ سے پڑھائی کا سلسلہ دو سال موقوف رہا۔ ۱۹۷۰ء میں آپ کے والد ماجد کی وفات کے بعد پھر حصول علم کا داعیہ پیدا ہوا اور ضلع مظفر نگر کے تاؤلی کے مدرسہ میں عربی سوم و چہارم کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔ اور ۱۹۷۵ء میں فراغت حاصل کی۔ وقت کے کبار علماء و مشایخ اور جبال العلوم جیسے حضرت مولانا شریف الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد الاحد

صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا معراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسین احمد ملا بہاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نعیم صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قمر الدین احمد صاحب گورکھپوری دامت برکاتہم، حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم سے علوم دینیہ حاصل کئے۔ بعدہ ایک سال مزید تکمیلات میں مختلف فنون کی کتابیں پڑھی اور اگلے سال یعنی ۱۳۹۷ھ افتاء کی تکمیل مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کی۔

فراغت کے بعد فوراً دو سال اجراڑہ ضلع میرٹھ کے مدرسہ گلزار حسینیہ میں حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے خدمات انجام دی۔ پھر فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے احمد آباد تشریف لائے اور چھ سال تک امامت و افتاء کے کام سے وابستہ رہے۔ ۱۹۸۵ء کے فسادات کے موقع پر راندیر آگئے۔

چونکہ آپ شعبان میں پہونچے تھے، رمضان المبارک دیوا (نزد انکلیشور) میں گزارا اور وہاں مکتب میں مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر بھی ہوگیا مگر ان لوگوں نے آپ کی صلاحیت کو بھانپ لیا اور دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں آپ کا تقرر ہوگیا۔ آپ نے عرق ریزی سے علیا تک کی کتابوں کا شاندار و کامیاب درس دیا۔ آپ کے زیر درس اصول الشاشی، نور الانوار، شرح وقایہ، مختصر المعانی، ہدایہ اول، ہدایہ ثانی، ہدایہ رابع، جلالین ثانی، الفوز الکبیر، ابوداؤد شریف، مسلم شریف اور عارضی طور پر ابن ماجہ و موطا امام محمد بھی رہی۔ اور درجۂ افتاء کی الاشباہ والنظائر اور رسم المفتی کا بھی مقبول درس دیا۔

راندیر تشریف آوری کے بعد حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ضعیفی کے

سبب راندیر کی جامع مسجد کی امامت آپ کے سپرد فرمادی۔جس کو آپ نے وفات تک بخوبی مسلسل ۲۵ سال تک سنبھالا۔اس کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے لے کرتادم حیات بیانات جمعہ، ہفتہ واری تفسیر اور رمضان المبارک کی تفسیر کے ذریعہ طالبان دین کی آب پاشی فرماتے رہے۔احمد آباد کے قیام کے دوران ہی آپ کا عقد مسعود مفتی اعظم گجرات حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی سے ہو چکا تھا۔آپ کی کل چار اولاد ہوئی، جن کا ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے۔

۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۷ر اگست ۲۰۱۰ء بروز منگل بحالت صوم بوقت چاشت آپ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ایک بڑی تعداد آپ کی صلوۃ جنازہ میں شریک رہی اس سے بڑی تعداد راندیر کی تاریخ میں کسی کے جنازہ میں نہیں دیکھی گئی۔آپ کی صلوۃ جنازہ آپ کے فرزند اکبر مفتی شاہد حسن عثمانی سلمہ وعافاہ نے پڑھائی اور رات پونے ایک بجے راندیر کے مشہور قبرستان میں یہ خزینہ علم واخلاص سدا کے لئے پیوند خاک ہو گیا۔حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں۔(آمین)

حضرت مولانا مفتی سلطان حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المفسرین مفتیٔ اعظم آگرہ حضرت مولانا مفتی سلطان حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۸۹ء سنبھل ضلع مرادآباد صوبہ یوپی میں ہوئی۔آپ کا تاریخی نام ''صغیر داد'' ہے۔

آپ نے ۱۳۲۴ھ میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔دینی تعلیم کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد ازہر الہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔یہاں آپ نے دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں امام العصر علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الادب مولانا اعزاز علی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔ حضرت شیخ الہند کے مالٹا کی جیل میں قید ہونے کی وجہ سے آپ دار العلوم دیوبند سے اجمیر تشریف لے گئے۔ اور یہاں آپ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اور معتمد علیہ شاگرد حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے علوم نقلیہ وعقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔ نیز قیام اجمیر کے دوران آپ نے حضرت مولانا برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ تھے ان سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۹۲۰ء میں فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد کچھ مدت تک اجمیر شریف میں قیام رہا۔ ۱۹۳۰ء میں آگرہ تشریف لائے۔ ۱۹۴۱ء میں تقریباً ایک سال جونا گڈھ (گجرات) میں قیام فرمایا۔ ۱۹۴۶ء میں دوبارہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں احمد آباد منتقل ہوئے اور کپڈ ونج کے علاقہ میں بھی قیام رہا پھر دوبارہ احمد آباد تشریف لائے اور ایک سال قیام کرنے کے بعد بمبئی تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے تقریباً آٹھ یا نو سال امامت کے فرائض انجام دئے۔ محمد علی روڈ بمبئی کی مشہور مسجد منارہ مسجد میں امامت فرمائی۔ رمضان المبارک میں بعد تراویح تفسیر قرآن کریم کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ۱۹۵۹ء میں آگرہ منتقل ہوگئے۔ منارہ مسجد کی امامت چھوڑنے اور آگرہ منتقل ہوجانے کے بعد بھی آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر سال رمضان میں بمبئی تشریف لاتے اور نواب کی مسجد (بھنڈی بازار) میں تراویح کے بعد قرآن کریم کی تفسیر فرماتے۔ حضرت دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے منارہ مسجد چھوڑنے کے بعد ہی بدقسمتی سے یہ مسجد رضا خانیوں کے تصرف میں چلی گئی۔

۱۹۵۵ء میں فریضۂ حج ادا کیا۔ آپ نے قران کریم کی تفسیر بھی لکھی ہے جس کا نام ''عرفان القرآن'' ہے، جو ایک بار طبع ہوچکی ہے لیکن اب مثل نایاب ہوچکی ہے، شاید ہی گھر والوں کے علاوہ کسی کے پاس قابل استفادہ حالت میں ہو۔ نیز ایک رسالہ ''تفسیر سورۂ کہف'' کے

عنوان سے اہل گودھرا کی فرمائش پر تحریر فرمایا ہے، اس رسالہ میں سورۂ کہف کی تفسیر ''عرفان القرآن'' کے مقابلہ میں مفصل ہے۔ اور ایک کتابچہ ''جیتا جنازہ'' کے نام سے بھی آپ نے تصنیف کیا ہے جو درحقیقت ایک تقریر ہے، جس میں آپ نے شادی کے موقع پر دولہا، دلہن اور ان کے اہل خانہ سے مخاطب ہو کر فرمائی تھی اور بیش بہا نصیحتوں پر مشتمل ہے۔

آپ کی وفات ۴ / ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ مطابق ۹ / جون ۱۹۷۰ء صبح ۵ بجے ہوئی۔ تقریباً ۸۱ سال عمر پائی۔ تقریباً ساڑھے چار بجے جنازہ گھر سے اٹھا اور جامع مسجد آگرہ میں بعد نماز عصر نماز جنازہ ادا کی گئی۔ کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے، ہر مکتب فکر کے لوگوں نے صلوۃ جنازہ ادا کی۔ ۷ بج کر ۵۰ منٹ پر آپ کو آگرہ کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ رب العزت غریق رحمت فرمائیں۔ (آمین)

(۳) فاطمہ بیگم سلمہا:

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری صاحبزادی فاطمہ بیگم کی ولادت ۷ / صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۶ / ستمبر ۱۹۵۵ء کو ہوئی۔ موصوفہ کا عقد مسعود راندیر کی مشہور شخصیت جناب حاجی گلاب خان کے نواسے حافظ عبدالحمید خان کے ساتھ ۲۰ / ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۴ / دسمبر ۱۹۷۵ء کو ہوا تھا۔

موصوفہ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ ترتیب سے ان کے نام درج ذیل نقل کئے جاتے ہیں۔

☆ عائشہ بیگم سلمہا: موصوفہ کی جملہ اولاد میں سب سے بڑی ہیں۔ ولادت ۲۹ / محرم الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹ / دسمبر ۱۹۷۹ء کو ہوئی۔ ان کا عقدِ مسعود حیدرآباد میں جناب محمود انصاری صاحب کے ساتھ ۵ / رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۳ / ستمبر ۲۰۰۲ء میں ہوا۔ نکاح حضرت مولانا خلیل

احمد صاحب زید مجدہم نے پڑھایا۔ موصوفہ کے دو لڑکے ہیں۔

○ عفوان سلمہ: ولادت ۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ مطابق ۶ / جولائی ۲۰۰۳ء

○ فیضان سلمہ: ولادت ۲۳ / ذی القعدۃ ۱۴۲۵ھ مطابق ۳ / جنوری ۲۰۰۵ء

☆ **حافظ محمد جنید خان:** ولادت ۱۵ / رجب المرجب ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۰ / مئی ۱۹۸۱ء کو ہوئی۔ موصوف الحمدللہ حافظِ قرآن ہیں اور رمضان المبارک میں تراویح میں قرآنِ پاک سنانے کا بھی سلسلہ جاری ہے۔ فی الحال اپنے والد محترم کے ساتھ کاروباری مصروفیات میں لگے ہوئے ہیں۔ موصوف کا عقد مسعود حیدر آباد میں ۱۲ / شوال المکرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۶ / نومبر ۲۰۰۴ء کو ہوا۔ نکاح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہم نے پڑھایا۔ موصوف کی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

○ صفوراء سلمہا: ولادت ۵ / رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ مطابق ۹ / اکتوبر ۲۰۰۵ء

○ حمید خان سلمہ: ولادت ۲۸ / ربیع الاول ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۵ / مارچ ۲۰۱۰ء

○ سارہ سلمہا: ولادت ۱۷ / شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۹ / جولائی ۲۰۱۱ء

○ حمیراء سلمہا: ولادت ۲۵ / ربیع الاول ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۲ / نومبر ۲۰۲۰ء

☆ **حافظ محمد زکریا خان:** ولادت ۷ / شوال المکرم ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۸ / جولائی ۱۹۸۲ء کو ہوئی۔ موصوف الحمدللہ جید حافظ قرآن ہیں اور تراویح میں سنانے کا بھی سلسلہ ہے۔ فی الحال اپنے والد محترم کے ساتھ کاروباری مصروفیات میں لگے ہوئے ہیں۔ موصوف کا عقد مسعود حیدر آباد میں ۲۴ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۳۰ / مئی ۲۰۰۸ء کو ہوا۔ نکاح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہم نے پڑھایا۔ موصوف کے دو لڑکے ہیں۔

○ یحییٰ سلمہ: ولادت ۲۳ / رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ مطابق ۳ / ستمبر ۲۰۱۰ء

○ابراہیم سلمہ: ولادت ۱۵/ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۶/جنوری ۲۰۱۶ء

☆اسماء بیگم: ولادت ۱۳/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ مطابق ۹/اکتوبر ۱۹۸۴ء میں ہوئی۔ ایک لڑکا ہے۔

○حسان سلمہ: ولادت ۱۷/ذی القعدۃ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۵/نومبر ۲۰۰۸ء

حافظ عبدالحمید خان

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد جناب حافظ عبدالحمید خان کا تعلق راندیر کے مشہور ''خان برادری'' سے ہے۔ مرحوم جناب حاجی گلاب خان جو اکابر علماء سے اچھا تعلق رکھنے والے تھے ان کے آپ نواسے اور حاجی عبدالوہاب خان صاحب کے نسبتی بھائی ہیں۔ موصوف کی ولادت ۸/رجب المرجب ۱۳۶۸ھ مطابق ۷/مئی ۱۹۴۹ء کو ہوئی۔ ان کے بڑے بھائی جناب مرحوم حافظ عبدالرشید خان نے حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صرف آٹھ سال کی عمر میں حفظ کیا تھا۔ الحمد للہ حافظ قرآن ہیں اور اکابر سے خصوصاً مشرب تھانوی سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں۔ دکن کی مشہور شخصیت اور حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ خاص حضرت اقدس مفتی عبدالرحیم صاحب پلمنیر والے دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں۔ صوم وصلوۃ کے پابند و متبع شریعت ہیں۔

(۴) حافظ سید مرغوب احمد سلمہ:

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نرینہ اولاد میں سب سے بڑے ہیں۔ موصوف کی ولادت ۵/ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰/نومبر ۱۹۵۶ء کو ہوئی۔ دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں جناب حافظ موسیٰ آنکڑودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حفظ قرآن کیا۔ موصوف نے درجۂ عربی چہارم تک کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ آپ

کے ہم سبق تھے۔ موصوف نے اپنے نانا جان حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی خوب خدمت کی اور اتفاق سے حضرت مفتی لاجپوری صاحب کے انتقال کے وقت آپ وہیں موجود تھے۔

علماء کرام ومشائخ عظام سے بڑا گہرا ربط ہے۔ اولاً حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور ان کی وفات کے بعد محدث جلیل حضرت شیخ یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع فرمایا۔ شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آپ منظورِ نظر بنے رہے۔ ایک مرتبہ جامعہ قاسمیہ کھروڈ کی تقریب ختمِ بخاری کے موقع پر حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بار بار ذکر فرماتے رہے کہ وہ حضرت کا نواسا آتا ہے، مجھے ہدیہ بھی دیتا ہے وہ کہاں ہے؟ کسی کو سمجھ نہیں آیا کہ کون حضرت اور کون ان کے نواسے؟ اگلے دن جب موصوف ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو فرمایا کہ یہی تو ہے، اسی کو یاد کر رہا ہوں کب سے۔ پھر موصوف سے فرمایا لا میرا ہدیہ لا۔

موصوف صوم وصلوۃ کے پابند اور تلاوتِ کلام اللہ سے حد درجہ عشق رکھنے والے ہیں۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صلوۃِ جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی۔ موصوف الحمد للہ بقید حیات ہیں۔

موصوف کا عقدِ مسعود ''ملک پور'' گاؤں میں جناب بسم اللہ خان صاحب کی صاحبزادی سے ہوا، جو ماشاء اللہ عالمہ ہیں اور فی الحال بھی تدریسی سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ نکاح ۲۵ / رجب المرجب ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۶ / مارچ ۱۹۸۷ء بروز جمعرات بعد نمازِ عصر ''چاند شہید مسجد رانی تالاب سورت (قدیم مرکز) میں ہوا تھا۔ نکاح سے قبل قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب نے بیان فرمایا تھا اور آپ کے نانا جان حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح پڑھایا۔ موصوف کی دو صاحبزادیاں ہیں۔

☆حمیراء بیگم سلمہا: حافظ سید مرغوب احمد صاحب کی بڑی صاحبزادی ہے۔ ولادت ۱۳؍رجب المرجب ۱۴۰۸ھ مطابق ۳؍مارچ ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔ موصوفہ نے عالمیت کا کورس بھی مکمل کیا ہے۔ ۵؍شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۷؍جولائی ۲۰۱۰ء کو لندن میں مولانا عمران سلمہ کے ساتھ عقدِ مسعود ہوا۔ نکاح مولانا مفتی شبیر صاحب دامت برکاتہم (برطانیہ) نے پڑھایا۔ ایک لڑکا ہے۔

○یوسف سلمہ: ولادت ۲۰؍صفر المظفر ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۲؍دسمبر ۲۰۱۴ء

☆سودہ بیگم سلمہا: حافظ سید مرغوب احمد صاحب کی چھوٹی صاحبزادی ہے۔ ولادت ۱۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۵؍جون ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔ موصوفہ نے عالمہ کا کورس بھی کیا ہے۔ موصوفہ کا عقدِ مسعود اپنے خالہ زاد بھائی مولوی زاہد سلمہ کے ساتھ ۱۷؍اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز سنیچر ہوا۔ مسجد انوار میں حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے نکاح پڑھایا۔ فی الحال برطانیہ میں مقیم ہے۔

(۵) حافظ سید رشید احمد سلمہ:

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے نمبر کے صاحبزادے ہیں۔ موصوف کی ولادت ۲۸؍رجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۸؍جنوری ۱۹۶۰ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے نانا حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ''مدرسہ رحیمیہ'' میں ہوئی۔ موصوف الحمد للہ حافظ قرآن ہیں۔ کچھ پارے جناب مرحوم حافظ ہاشم صاحب ملا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حفظ کئے اور بقیہ پارے دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں مرحوم حافظ علی خانپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حفظ کئے۔ تجارت کے سلسلہ میں موصوف ۱۹۸۲ء میں حیدر آباد منتقل ہو گئے۔ موصوف کو حق تعالیٰ نے حسنِ صوت کے جوہر سے نوازا ہے۔ بہترین انداز میں تلاوتِ کلام اور نعت پڑھنے کا ملکہ حاصل ہے۔

موصوف کا عقدِ مسعود جناب عبدالوہاب خان صاحب کی صاحبزادی سے ۱۸/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۶/دسمبر ۱۹۸۰ کو ہوا۔ نکاح سے قبل خطیب بے مثال حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا اور آپ کے نانا جان حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح پڑھایا۔

موصوف کی کل چار اولاد ہیں، ترتیب سے ان کے نام درج ذیل نقل کئے جاتے ہیں۔

☆ **حافظ سید زبیر احمد سلمہ:** جناب سید رشید احمد قاضی سلمہ کے بڑے فرزند ہیں۔ ولادت ۱۱/رجب ۱۴۰۲ھ مطابق ۶/مئی ۱۹۸۲ء کو ہوئی۔ موصوف الحمد للہ حافظِ قرآن ہیں۔ کچھ پارے حیدرآباد میں حفظ کئے اور اخیر کے کچھ پارے مدرسہ فیض القرآن راندیر میں حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کئے۔ تکمیل کی دعاء حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کروائی۔ موصوف کا عقد مسعود حیدرآباد میں ۱۳/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۲۰۰۹ء کو ہوا۔ نکاح سے قبل بیان اور نکاح حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب مظاہری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اجل حضرت اقدس شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ) نے پڑھایا۔ فی الحال بغرض ملازمت ابوظہبی میں مقیم ہیں۔ موصوف کے کل تین لڑکے ہیں۔

○ سید عزیر احمد سلمہ: ولادت ۷/ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۴/نومبر ۲۰۱۰ء

○ سید زہیر احمد: ۳۰/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۴/مارچ ۲۰۱۲ء۔ اسی دن انتقال ہو گیا تھا۔

○ سید عمیر احمد سلمہ: ولادت ۱۹/شوال المکرم ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۶/اگست ۲۰۱۳ء

☆ **میمونہ بیگم سلمہا:** جناب سید رشید احمد سلمہ کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ ولادت ۳۰/جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ مطابق ۳/اپریل ۱۹۸۴ء کو ہوئی۔ موصوفہ نے بفضلہٖ تعالیٰ عالمہ کی سند حاصل کی ہے۔

ان کا عقدِ مسعود حیدر آباد میں جناب فاروق احمد سلمہ سے ۱۵؍ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۳؍ دسمبر ۲۰۰۹ء کو ہوا۔ بیان و نکاح حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب راندیری زید مجدہم نے پڑھایا۔ فی الحال اپنے شوہر کے ساتھ سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ موصوفہ کے کل چار لڑکے ہیں۔

○ فیضان احمد خان سلمہ: ولادت ۱۵؍ ذی القعدۃ ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۳؍ اکتوبر ۲۰۱۰ء

○ فرقان احمد خان سلمہ: ولادت ۱۲؍ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ مطابق ۳؍ جولائی ۲۰۱۲ء

○ عثمان احمد خان سلمہ: ولادت ۲۰؍ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۶؍ اکتوبر ۲۰۱۴ء

○ رضوان احمد خان سلمہ: ولادت ۴؍ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۶؍ نومبر ۲۰۱۶ء

☆ **سید حسین احمد سلمہ:** جناب سید رشید احمد سلمہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ موصوف کی ولادت ۱۱؍ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۴؍ دسمبر ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔ عقدِ مسعود حیدر آباد میں ۹؍ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۳؍ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ہوا۔ بیان و نکاح حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب راندیری زید مجدہم نے پڑھایا۔ موصوف کے کل دو لڑکے ہیں۔

○ سید حماد احمد سلمہ: ولادت ۲۲؍ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۱؍ مئی ۲۰۱۵ء

○ سید حُنیف احمد سلمہ: ولادت ۱۸؍ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۷؍ دسمبر ۲۰۱۷ء

☆ سعدیہ سلمہا:: جناب سید رشید احمد سلمہ کی چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ولادت ۱۷؍ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸؍ اگست ۱۹۹۱ء کو ہوئی۔ فی الحال اپنے والدین کے ساتھ مقیم ہیں۔

(۶) مولانا سید خلیل احمد صاحب راندیری زید مجدہم:

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے نمبر کے صاحبزادے حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب زید مجدہم کی ولادت ۲۴؍ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۶؍ اگست ۱۹۶۲ء کو ہوئی۔ مکتب کی ابتدائی تعلیم اپنے نانا حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ

”مدرسہ رحیمیہ“ میں ہوئی۔ حفظ قرآن جناب مرحوم حافظ ہاشم ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور کچھ پارے دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں جناب مرحوم حافظ علی صاحب خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کئے۔ عربیت کی ابتدائی تعلیم دار العلوم اشرفیہ میں حاصل کی۔ درجۂ فارسی حضرت مولانا قاسم صاحب کرمالی زیدمجدہم کے پاس پڑھا۔ عربی اول کی اکثر کتابیں اور عربی دوم میں علم الصیغہ اپنے والد صاحب کے پاس پڑھی۔ آپ کے یہاں کے اساتذہ میں مذکورہ دو کے علاوہ حضرت مولانا یوسف صاحب بوڈھانیہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حکیم ابوشفاء صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابواویس یعقوب صاحب بھڑکودروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اسماعیل اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رجب صاحب ترکیسری رحمۃ اللہ علیہ، اور تجوید کے اساتذہ میں حضرت قاری ایوب صاحب مدنی زیدمجدہم، قاری یعقوب صاحب بلیشوری رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

دار العوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں عربی دوم پڑھنے کے بعد آپ نے فلاح دارین ترکیسر کا رخ کیا۔ وہاں پانچ سال رہ کر عربیت کی تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی احمد صاحب بیمات رحمۃ اللہ علیہ ، خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید ذوالفقار صاحب نوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ایوب صاحب بندہ الٰہی زیدمجدہم، حضرت مولانا ایوب صاحب کوساڑی زیدمجدہم، حضرت مولانا ارشد صاحب ندوی اعظمی، حضرت مولانا شیر علی صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ ، حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مظاہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ الاساتذہ جامع المنقول و المعقول حضرت مولانا قاسم صاحب آنتی دامت برکاتہم وغیرہم مشہور ہیں۔

فراغت کے بعد مزید ایک سال فلاح دارین میں رہ کر قراءت کی تکمیل فرمائی۔ حضرت قاری انیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاری عباس صاحب دھرمپوری رحمۃ اللہ علیہ سے خوب فیض حاصل

کیا۔

ابتداء میں کچھ عرصہ گدا بیگ مسجد سورت کے امام وخطیب رہے۔ پھر ایک مدت تک چوڑ گر مسجد سوداگرواڑ سورت میں بھی منصب امامت وخطابت کو سنبھالا۔ موصوف کم وبیش تیس سال سے مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بلاشبہ مدرسہ صوفی باغ کی ترقی میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ مدرسہ صوفی باغ کو اپنے خون سے سینچا ہے۔ موصوف آج مدرسہ صوفی باغ کے ایک کامیاب ومقبول مدرس ہیں۔ ابن ماجہ شریف، موطا امام مالک، جلالین ثانی اور ترجمۂ قرآن کریم کا کامیاب درس دے رہے ہیں۔

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ نے موصوف کو جوہرِ خطابت سے بھی نوازا ہے۔ ملک کے مختلف مقامات میں وعظ وخطابت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ رمضان المبارک میں برطانیہ کا سفر کرتے ہیں۔ سیرت کے مضمون کو عمدہ اسلوب پر بیان کرنے کا خداداد ملکہ بھی حاصل ہے۔

موصوف کا عقدِ مسعود ۱۶/ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۶/ اپریل ۱۹۸۶ء بروز سنیچر صبح دس بجے چوڑ گر مسجد سوداگرواڑ سورت میں ہوا۔ نکاح کے حاضرین میں ایک دستخط حضرت اقدس شیخ اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ قبل از نکاح خطیبِ بے مثال، مقرر شیریں بیاں حضرت علامہ سید عبد المجید شاہ صاحب ندیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا، کلمات تشکر حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمائے اور نکاح حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔

موصوف کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ ترتیب سے ان کے نام درجِ ذیل ہیں۔

☆ **قاری سید عکرمہ سلمہ:** حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب زید مجدہم کے بڑے فرزند ہیں۔

ولادت ۱۷/ذی قعدۃ ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۴/جولائی ۱۹۸۷ء کو ہوئی۔ مکتب کی ابتدائی تعلیم مختلف جگہوں پر حاصل کرنے کے بعد تقریباً نو یا دس سال تک مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ میں رہ کر ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ اس سال مدرسہ صوفی باغ میں ختمِ بخاری شریف محدث کبیر حضرت شیخ یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست بابرکت سے ہوا۔

فراغت کے بعد دو سال فلاحِ دارین ترکیسر میں حضرت قاری صدیق صاحب سانسرودی زید مجدہم کی خدمت میں رہ کر ثلاثہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ موصوف اب مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ میں بحیثیت استاذِ تجوید خدمت انجام دے رہے ہیں اور سورت کی مسجدِ قدیم میں عصرو مغرب کی امامت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

موصوف کا عقدِ مسعود ۲۰/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۶/دسمبر ۲۰۱۱ء بروز جمعہ سید اکبر علی مسجد آنباواڑی کالی پل سورت میں ہوا۔ جمعہ کی نماز سے قبل مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا اور بعد نمازِ جمعہ شیخ القراء حضرت مولانا قاری صدیق صاحب سانسرودی زید مجدہم نے نکاح پڑھایا۔ موصوف کی دو لڑکیاں ہیں۔

○ حفصہ سلمہا: ولادت ۲۳/رمضان ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۰/جولائی ۲۰۱۵ء

○ حلیمہ سلمہا: ولادت ۱۴/رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۱/مارچ ۲۰۱۸ء

☆ صفیہ بیگم سلمہا: حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب زید مجدہم کی صاحبزادی ہیں۔ ولادت ۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۶/دسمبر ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔ موصوفہ نے دار العلوم خدیجۃ الکبریٰ رامپورہ سورت سے عالمہ کا کورس بھی مکمل کیا ہے۔ موصوفہ کا عقدِ مسعود حافظ محمد اویس سیپ والا کے ساتھ ۷/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۵/دسمبر بروز جمعہ حظیرہ بڑی مسجد راندیر میں ہوا۔ قبل از نکاح محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے بیان

فرمایا۔ بعد نماز جمعہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح پڑھایا۔ اس مجلس میں حضرت مولانا شیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ موصوفہ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔

○ عبادہ سلمہ: ولادت ۲۳ رشوال المکرم ۱۴۳۱ھ مطابق ۳/اکتوبر ۲۰۱۰ء

○ یحییٰ سلمہ: ولادت: ۱۸/ربیع الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۱/جنوری ۲۰۱۳ء

○ مریم سلمہا: ولادت ۲۴/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳/جولائی ۲۰۱۴ء

☆ حافظ محمد ارقم سلمہ: حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب زید مجدہم کے چھوٹے فرزند ہیں۔ ولادت ۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۲/نومبر ۱۹۹۲ء کو ہوئی۔ مکتب کی ابتدائی تعلیم مختلف مدارس میں ہوئی۔ کچھ پارے حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حفظ کئے اور کچھ پارے مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ میں۔ فی الحال کاروباری امور میں مصروف ہیں۔

(۷) سید سعید احمد سلمہ:

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے نمبر کے صاحبزادے اور موجودہ تمام اولاد میں سب سے چھوٹے ہیں۔ ولادت ۲۰/رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ مطابق ۲/جنوری ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔ مکتب کی ابتدائی تعلیم اپنے نانا حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ "مدرسہ رحیمیہ" میں ہوئی۔ کچھ پارے حفظ بھی کئے اور بعد میں یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد میں اسکول کی تعلیم آپ نے ہی سب سے زیادہ حاصل کی ہے۔ اپنے والدین کی خوب جی وجان سے خدمت کی اور ان کی بھرپور دعائیں لی۔ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیماری میں اور آخری ایام میں نکاح پڑھانے کا سلسلہ آپ ہی کو سپرد کیا، جس کو بحسن وخوبی سنبھالا، نتیجۃً حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کو راندیر کا قاضی منتخب کیا گیا۔ اس منصب کو ۲۱ سال سے مسلسل بحسن وخوبی سنبھالے ہوئے ہیں۔

موصوف کا عقدِ مسعود فاضلِ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حضرت مولانا عباس صاحب بہلم کی صاحبزادی سے ۲۱؍محرم الحرام ۱۴۱۵ھ مطابق ۱؍جولائی ۱۹۹۴ء بروز جمعہ ہوا۔قبل از نماز قطب الاقطاب حضرت شیخ اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔نماز کے بعد نکاح کے عنوان پر مختصرو پرمغز خطاب خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایااور حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب نے نکاح پڑھایا۔

موصوف کے دولڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ترتیب سے ان کے نام درجِ ذیل ہیں۔

☆ **عفراء بیگم سلمہا:** جناب سید سعید احمد سلمہ کی اولاد میں سب سے بڑی ہے۔ ولادت ۲۹؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۹؍جولائی ۱۹۹۵ء کو ہوئی۔موصوفہ نے جامعہ اسلامیہ اصلاح البنات سملک سے عالمہ کا کورس مکمل کیا ہے۔موصوفہ کا عقدِ مسعود اپنے ماموں زاد بھائی مفتی سفیان بہلم سلمہ کے ساتھ ۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ کو بعد نماز ظہر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی مسجد میں ہوا۔نکاح محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے پڑھایا۔موصوفہ کی ایک لڑکی ہے۔

○ زینب سلمہا: ولادت ۲۰؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۸؍مارچ ۲۰۱۸ء

☆ **حافظ محمد زید سلمہ:** جناب سید سعید احمد سلمہ کے بڑے فرزند حافظ محمد زید سلمہ کی ولادت ۶؍شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲؍فروری ۱۹۹۸ء کو ہوئی۔موصوف نے دار العلوم اشرفیہ راندیر میں مولوی سعید صاحب خانپوری زید مجدہم کے پاس حفظِ قرآن کی تکمیل کی۔ ۷ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ مطابق ۶؍جون ۲۰۱۴ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء حظیرہ بڑی مسجد راندیر میں تکمیل کی دعاء ہوئی۔ اس موقع پر امیر ملت حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم کا پرمغز خطاب ہوا۔فی الحال دار العلوم اشرفیہ میں درجۂ مشکوۃ میں زیر تعلیم ہیں۔

☆عبدالرحیم سلمہ: جناب سید سعید احمد سلمہ کے چھوٹے فرزند ہیں۔ موصوف کا نام ان کے والد محترم نے اپنے نانا جان کے نام پر رکھا ہے۔ ولادت ۳/ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ مطابق ۲/مئی ۲۰۰۶ء کو ہوئی۔ فی الحال اسکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظِ قرآن کا بھی سلسلہ جاری ہے۔

حضرت مولانا عباس بہلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند جناب سید سعید احمد سلمہ کے خسر محترم حضرت مولانا عباس صاحب جید عالم دین تھے۔ موصوف ''گھلاں'' نامی ایک چھوٹے گاؤں کے باشندے تھے، بعد میں ''مانڈوی''، منتقل ہو گئے تھے۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے ۱۳۶۳ھ میں فراغت حاصل کی تھی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید بدرِ عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہ ڈابھیلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا بابا عبدالرحمٰن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم مشہور ہیں۔

موصوف صوم وصلوۃ کے پابند، زہد وورع کے پیکر نہایت بااخلاق ومتواضع تھے۔ عملیات میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اور خالص لوجہ للہ اس کام کو انجام دیتے تھے۔ اخیر شب میں اٹھ کر اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہنے کا معمول پوری زندگی رہا۔ کچھ عرصہ بیمار رہ کر سورت کے ایک گاؤں مانڈوی'' میں ۱۱/اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز منگل شام میں انتقال فرمایا۔ اگلے روز صبح میں حضرت مولانا سید خلیل احمد صاحب زید مجدہم کی اقتداء میں صلوۃِ جنازہ ادا کرنے کے بعد دفن کر دیا گیا۔

(۸) رشیدہ بیگم:

حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہے۔ جناب سید سعید

احمد سلمہ کی ولادت کے ایک سال بعد رمضان المبارک میں پیدا ہوئی اور دورِ طفولیت ہی میں انتقال کرگئی تھیؒ۔

اللہ ربّ العزت ان میں سے جو جو بقید حیات ہیں ان تمام کو صحت، عافیت، طاقت و تندرستی کی نعمت سے مالامال فرمائیں اور جو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اللہ رب العزت ان تمام کی بھرپور مغفرت فرما کر درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔



داعی الی اللہ سے دلچسپ ملاقات کی کارگزاری

اب اخیر میں ایک دلچسپ کارگزاری پیش کی جارہی ہے داعی الی اللہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولہ کی خدمت میں جب بندہ کی حاضری ہوئی حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات دریافت کرنے کے متعلق تو بہت سی قیمتی باتیں سامنے آئی، مناسب معلوم ہوا کہ ان کو اس رسالہ میں شامل کردیا جائے، تاکہ قارئین کو بھی فائدہ ہو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام علي سيد الانبياء و المرسلين و علي آله و اصحابه اجمعين اما بعد!

مؤرخہ ۲۰ رجمادی الاولی ۱۴۴۲ھ مطابق ۵ رجنوری ۲۰۲۱ء بروز منگل داعی الی اللہ، پیکر زہد و ورع، مجسم تواضع حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولہ دامت برکاتہم کی خدمت میں کچھ خوشگوار لمحات گزارنے کا حق تعالیٰ نے موقع عطاء فرمایا۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے۔تم بھی اس سے محبت رکھو، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے۔اس لئے تم سب لوگ اس سے محبت رکھو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔اس کے بعد روئے زمین والے بھی اس کو مقبول سمجھتے ہیں۔(بخاری:۳۲۰۹)

اس روایت کے مصداق کی ایک جیتی جاگتی تصویر حضرت مولانا ابراہیم صاحب زید

مجدہم کی ذات بابرکت ہے۔ حضرت مولانا ابراہیم صاحب زیدمجدہم سے عقیدت تو بچپن ہی سے تھی۔ جب بندہ عربی اول کا طالب علم تھا اس وقت پہلی ملاقات کا موقع ملا تھا جب حضرت دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر میں تشریف لائے تھے، لیکن اس عقیدت میں اضافہ کا سبب ایک خاص واقعہ بنا۔

واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ ۲۰۱۷ء میں جب بندہ سفرِ حج میں تھا۔ میدان عرفات میں وقوف عرفہ کے لئے اپنے خیمہ میں تھا۔ ہمارے خیمہ کے سامنے مصریوں کا ایک خیمہ تھا۔ ایک مصری خوبصورت با اخلاق میرے پاس آئے۔ وہ فصیح عربی بولنے والے تھے اور پکے حنفی تھے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ حنفی ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے کہا آپ حنفی مذہب کے مطابق یہاں نماز پڑھیں گے؟ میں نے کہا جی ہاں! پھر وہ ہمارے پاس ٹھہر گئے اور بات چیت شروع کی۔ ابتدائی بات چیت میں ہی انہوں نے مجھے ایک انوکھا سوال کیا هل تعرف الشيخ ابراهم الديوله؟ (کیا تم شیخ ابراہم دیولہ کو جانتے ہو؟) میں نے کہا نعم اعرفه (جی ہاں! میں انہیں جانتا ہوں۔) پھر میں نے پوچھا وکیف تعرفه؟ (آپ انہیں کیسے جانتے ہیں؟) وہ کہنے لگے هو شيخ كبير و رجل صالح (وہ شیخِ کبیر ہیں اور صالح انسان ہیں) وہ کہنے لگے میں مرکز نظام الدین میں ان کی خدمت میں دو ماہ رہا ہوں اور میں نے ناگپور کے علاقہ میں چلہ لگایا ہے۔

اس گفتگو نے مجھ پر بڑا اثر کیا اور اسی وقت سے حضرت مولانا ابراہیم صاحب زید مجدہم سے عقیدت میں اور اضافہ ہو گیا۔

بندہ کی بڑی خواہش تھی کہ ان سے یکسوئی کی ملاقات کا شرف نصیب ہو مگر حضرت والا کی مصروفیت اور بندہ کی کاہلی سے یہ موقع مل نہ سکا۔ دسمبر ۲۰۲۰ء کے اواخر میں سورت میں حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر سن کر امنگ پیدا ہوئی کہ زیارت و ملاقات کا شرف نصیب ہو

جائے۔ بھائی حافظ نجم الثاقب منیار سلمہ سے رابطہ کیا اور انہوں نے بتلایا کہ میں آپ کی حضرت والا سے یکسوئی کی ملاقات کروادوں گا، مگر کسی بنا پر وہ پروگرام ٹل گیا اور بندہ کفِ افسوس ملتا رہ گیا۔ بھائی نجم الثاقب منیار سلمہ نے حضرت والا کے پوتے کا نمبر دیا اور ان سے رابطہ کر کے ۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ مطابق ۵ر جنوری ۲۰۲۱ء بروز منگل صبح ساڑھے گیارہ بجے ''دیولہ'' حضرت والا کے دولت کدہ پر حاضری نصیب ہوئی۔ بندہ تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ استقبال کے لئے حضرت والا بذات خود باہر تشریف لائے اور بہت ہی بشاشت کے ساتھ ہر ایک سے مصافحہ و معانقہ فرمایا۔

اس عاجز کو حضرت والا نے اپنے ساتھ چارپائی پر بیٹھنے کو فرمایا مگر ادباً بندہ نیچے بیٹھ گیا۔ خیر خیریت کے بعد بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا جو کچھ اس طرح سے تھا۔

بندہ: کیا بندہ کے نانا مرحوم حضرت مولانا سید محی الدین صاحب قاضی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے استاذ ہیں؟

حضرت والا: نہیں، وہ میرے استاذ نہیں، البتہ میں جس وقت پڑھتا تھا اس وقت وہ اساتذہ کی صف میں شامل ہو چکے تھے۔ (گویا قاضی صاحب مرحوم ضابطہ کے استاذ نہیں، رابطہ کے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم کی فراغت ۱۹۴۸ء میں ہوئی اور حضرت مولانا ابراہیم صاحب زید مجدہم ۱۹۴۴ء میں داخل ہوئے، گویا قاضی صاحب کے ابتدائی تدریسی دور میں جب کہ قاضی صاحب کے پاس درجہ عربی اول کی کتابیں تھی اس وقت حضرت مولانا ابراہیم صاحب درجہ عربی دوم میں تھے۔)

مولانا محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اگرچہ ہم نے پڑھا نہیں، مگر ان کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ میں ان کی شادی میں بھی شریک تھا۔ احقر نے حضرت قاضی صاحب مرحوم کی سوانح کا مسودہ پیش کیا تو بہت غور سے ملاحظہ فرمایا اور مبارک باد پیش کی اور دلی دعاؤں سے

نوازا۔احقر نے کچھ کلمات بابرکت لکھنے کی درخواست کی تو پیرانہ سالی کا عذر فرمایا اور یہ فرمایا کہ دعوت کے کام کے موجودہ انتشار کے سبب میں نے تحریر سے پرہیز کرلیا ہے۔تاہم حضرت نے خوب دعاؤں سے نوازا اور عافیت کے ساتھ اس کام کی تکمیل کی دعاء فرمائی۔

بندہ: آپ نے دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں کب داخلہ لیا؟

حضرت والا: میں نے دارالعلوم اشرفیہ میں ۱۹۴۴ء میں داخلہ لیا۔میرا داخلہ کا سال حضرت شیخ مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقرری کا سال تھا۔ہم نے حضرت اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی کتابیں بھی پڑھی اور وسطیٰ وعلیا کی بھی۔

بندہ: آپ کے اساتذہ میں کون کون حضرات ہیں؟

حضرت والا: میرے اساتذہ میں حضرت شیخ مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی عبدالغنی صاحب کاوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ (جن سے ہم نے موطا امام محمد پڑھی چناروارڑ مسجد میں) حضرت مولانا شیر محمد صاحب خراسانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالصمد صاحب کاچھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب رنگونی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔

بندہ: حضرت مولانا شیر محمد صاحب خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ بتلائیں، بندہ نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے دارالعلوم اشرفیہ کے کچھ پرانے دفاتر کو ٹٹولا تو جابجا ان کا اسم گرامی پایا مگر کچھ معلومات نہ ہوسکی۔

حضرت والا: جی ہاں! حضرت مولانا شیر محمد صاحب خراسانی رحمۃ اللہ علیہ میرے استاذ تھے۔میں نے ان سے فارسی دوم میں گلستاں، بوستاں، اخلاق محسنی اور مالابدمنہ پڑھی ہے۔وہ خراسانی تھے اس لئے ان کی فارسی بڑی اچھی تھی، پھر ترقی کرتے ہوئے شرح جامی تک پہونچے تھے۔بعد میں وہ اپنے وطن لوٹ گئے۔بہت خوش خط تھے اور بڑی محنت سے وہ پڑھاتے تھے۔

بندہ: حضرت شیخ اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے حضرت مولانا عبدالحق صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث تھے، کیا آپ نے ان سے کچھ پڑھا ہے؟ ان کے متعلق کچھ بتادیجئے۔

حضرت والا: جی ہاں! حضرت مولانا عبدالحق صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث تھے۔ تقسیم کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے تھے۔ حضرت پشاوری رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی بااخلاق ومتواضع تھے۔ ایک سال ایسا بھی ہوا کہ دورۂ حدیث کے طلبہ نہ ہونے کی وجہ سے حضرت پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر المعانی پڑھائی۔ ہم نے ان کو دیکھا ہے البتہ ان سے استفادہ کا موقع نہ ملا۔

بندہ: اس زمانہ میں پشاور ہی کے ایک عالم دین تھے حضرت مولانا احمد نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کیا آپ نے ان کو دیکھا ہے؟

حضرت والا: جی ہاں! ہم نے کو دیکھا ہے۔ ان کا مزاج بڑا تیز تھا اور بہت جلد وہ غصہ ہوجاتے تھے۔ انہوں نے دارالعلوم اشرفیہ اور جامعہ حسینیہ میں پڑھایا، پھر چوک بازار جامع مسجد چلے گئے۔ اخیری زندگی وہیں گزری اور وہیں انتقال فرمایا۔

بندہ: حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ معلوم کرتے وقت ایک نام ملا حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب گونیا گودھروی رحمۃ اللہ علیہ کا، کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟

حضرت والا: جی ہاں! ہم نے ان کو دیکھا ہے۔ بہت خوش خط تھے، مہتمم صاحب نے ان کو کتب خانہ کی دیکھ بھال بھی سپرد کی تھی، کتابوں پر نام ونمبر بھی درج کیا کرتے تھے۔

بندہ: حضرت مولانا عبدالصمد صاحب کاچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ بتلادیجئے۔

حضرت والا: حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''کالا کاچھا'' کے رہنے والے تھے۔ بعد میں ''موسالی'' منتقل ہوگئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ یہ تین بھائی تھے، غالباً ایک بھائی مولوی عبدالحق تھے اور ایک اور تھے جو غالباً غیر عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند

سے فراغت کے بعد انہوں نے دارالعلوم اشرفیہ میں پڑھایا، ہم نے بھی ان سے پڑھا ہے۔ تدریس کے دوران ایک سال کے لئے یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت واجازت عطاء فرمائی، پھر تدریس کے لئے حاضر ہو گئے۔ ان کا بہت کم عمری میں انتقال ہو گیا تھا۔

بندہ: آپ کے رفقاء میں کون کون حضرات ہیں؟

حضرت والا: حضرت مولانا یوسف صاحب بوڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ میرے خاص رفیق رہے۔ دارالعلوم اشرفیہ میں بھی ہم نے ساتھ پڑھا اور دیوبند میں بھی ہم ساتھ رہے۔

بندہ: دارالعلوم اشرفیہ اور دارالعلوم دیوبند سے فراغت کب ہوئی؟

حضرت والا: دارالعلوم اشرفیہ راندیر سے ۱۹۵۴ء میں اور دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۵ء میں۔

بندہ: دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں کون کون حضرات ہیں؟

حضرت والا: حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔

بندہ: دارالعلوم دیوبند کے رفقاء میں کون کون حضرات ہیں؟

حضرت والا: حضرت مولانا یوسف صاحب بوڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شوکت صاحب کوکنی رحمۃ اللہ علیہ (سابق امام وخطیب جامع مسجد بمبئی) حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات فراغت کے چالیس سال کے بعد ہوئی جب کہ میں بہار کے ایک اجتماع میں شریک تھا۔

بندہ: جمبوسر سے دیولہ تقریباً ۲۷ کلومیٹر ہے، بالکل سونا راستہ ہے، درمیان میں دو چھوٹے گاؤں آئے ایک ٹنکاری بندر اور دوسرا اسلام پور۔ حضرت آج بھی اتنا سونا راستہ ہے تو آپ کے تعلیم کے

زمانہ میں کیسا ہوگا؟ آپ سفر کیسے کرتے تھے؟

حضرت والا: آبدیدہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ ہم دیولہ سے جمبوسر پیدل جاتے تھے۔(حضرت کی یہ بات سن کر بندہ کی آنکھیں بھر آئی، دل میں خیال آیا کہ یہی وہ مجاہدہ ہے دورِ تعلیم کا جس نے آج حضرت والا کو عروج بخشا ہے)

بندہ: آپ نے دار العلوم اشرفیہ میں ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ میرے دعوت و تبلیغ کے کام کی ابتداء بھی راندیر آملی پورہ سے ہوئی ہے، اس پر کچھ روشنی ڈال دیجئے۔

حضرت والا: میرا ایک ساتھی آملی پورہ مسجد میں امامت کرتا تھا۔ اس کو کوئی عذر ہوتا تو میں اس کی جگہ نماز پڑھا دیتا تھا۔ ہمارے ایک استاذ تھے حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب رنگونی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ دعوت کے کام سے بہت متاثر ہوئے تو انہوں نے اپنے کچھ شاگردوں کے ذریعہ(جن میں میں بھی تھا) یہ کام شروع کیا۔ اس وقت آملی پورہ کا علاقہ بہت بچھڑا ہوا اور جہالت و بدعات کا مرکز تھا۔ ہمارے استاذ ہم کو وہاں لے جاتے تھے اور ہم وہاں گشت کرتے تھے۔ حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ چبوترہ مسجد کے امام تھے تو ہم گشت کر کے لوگوں کو وہاں جمع کرتے تھے اور پھر جو کچھ باتیں کہنی ہوتی وہ ان کے سامنے پیش کی جاتی تھی۔ اس طرح میرے دعوت کے کام کی ابتداء ہوئی۔

بندہ: کیا فراغت کے بعد سے ہی آپ مرکز نظام الدین پر رہے؟

حضرت والا: نہیں! دعوت کے کام سے منسلک تو رہا، فراغت کے بعد ۱۵ سال تک اپنے گاؤں کے مکتب میں خدمات دیتا رہا، ۱۹۷۰ء سے اس کام میں مکمل لگ گیا۔

بندہ: آپ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا ہے تو بندہ یہ چاہتا ہے کہ آپ کی سند حدیث کی اجازت مل جائے۔

حضرت والا: مسکرا کر فرمانے لگے میں چھوٹا آدمی ہوں، مگر پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ دہلی میں بھی رہا ہے۔

بندہ: اجازت ہو تو ایک روایت پڑھ لوں؟

حضرت والا: جی ہاں! ایک روایت پڑھ لو۔

بندہ: موبائیل میں بخاری شریف کھولی اور پہلی روایت پڑھ لی۔

حضرت والا: میرے بڑوں نے جس طرح مجھے اجازت دی میں تمہیں بھی اجازت دیتا ہوں۔

اخیر میں بندہ نے ایک تحفہ پیش کیا تو حضرت والا نے بشاشت سے قبول کرتے ہوئے فرمایا بھائی! تمہارا ہدیہ سر آنکھوں پر۔ تقریباً ایک گھنٹہ بیٹھنے کے بعد روانگی کی اجازت طلب کی تو اٹھے ہر ایک سے مصافحہ فرمایا اور ایک ایک عطر کی بوتل ہدیہ میں پیش فرمائی۔ دوران گفتگو سموسے اور چائے سے بھی ضیافت فرمائی۔ ان سب خوبیوں کے باوجود سب سے بڑی بات اور متأثر کرنے والی چیز یہ تھی کہ رخصت کرنے کے لئے وہ باہر تک تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ لوگوں نے راستہ دیکھا ہے؟ میں راستہ بتلا دوں؟ اللہ اکبر! کیا تواضع ہے۔ جب تک ہماری گاڑی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئی وہاں تک وہ برابر باہر کھڑے رہے۔

یہ زندگی کا ایک یادگار موقع تھا اور ایک عظیم المرتبت داعی کی خدمت میں گزارے ہوئے چند خوش گوار لمحوں کی مختصر کارگزاری تھی۔ اللہ رب العزت حضرت والا کو سلامت رکھیں، ہر طرح کے شرور وفتن سے اپنے حفظ وامان میں رکھیں اور ہم خوردوں پر ان کے سایہ کو عافیت سے تادیر قائم رکھیں۔ (آمین)

یہ چند منتشر باتیں تھیں حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جن کو الفاظ کا جامہ پہنا کر قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت قاضی ماما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات

نہایت بلند فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائیں۔ (آمین)

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

و تب علینا انک انت التواب الرحیم

و صلی اللہ علی النبی الکریم

